ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جنوری 2022ء - جمادی الاولیٰ 1443ھ (جلد 19 شمارہ 05)

جلد 19 شمارہ 05

جنوری 2022ء - جمادی الاولیٰ 1443ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.................35روپے
سالانہ.................400روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email:idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..................ظالم اور مظلوم کی مدد.................مفتی محمد رضوان	3
درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط22)..........اللہ کا نبیوں سے میثاق لینا.............// //	8
درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط3)....// //	19
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ	
افادات وملفوظات..// //	27
توہینِ مذہب کے عنوان سے تشدد..........................مولانا شعیب احمد	36
ماہِ شوال: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولانا طارق محمود	39
علم کے مینار: .... امت کے علماء وفقہاء (قسط11)........مفتی غلام بلال	41
تذکرۂ اولیاء: ....عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آمد ورفت	
اور رہائشی آزادی...مولانا محمد ریحان	46
پیارے بچو!.......................ٹوٹا ہوا برتن...........................// //	49
بزمِ خواتین .....وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (دوسرا حصہ)........مفتی طلحہ مدثر	51
آپ کے دینی مسائل کا حل..."عمل بالحدیث" کا حکم (قسط11)...ادارہ	58
کیا آپ جانتے ہیں؟.......... صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق	
جمہور اہلُ السنۃ کا موقف (قسط3)..............................مفتی محمد رضوان	76
عبرت کدہ ... ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (حصہ دوم).......مولانا طارق محمود	82
طب وصحت.........................انڈا.........................حکیم مفتی محمد ناصر	87
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........................// //	89
اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.........مولانا غلام بلال	90

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

ظالم اور مظلوم کی مدد

احادیث میں اپنے مسلم بھائی کی مدد کرنے کا حکم آیا ہے، خواہ وہ مظلوم ہو، یا ظالم ہو۔
مظلوم کی مدد کرنے کو تو سب ہی جانتے ہیں، اور اس کی حسبِ حیثیت مدد بھی کرتے ہیں، لیکن ظالم کی حقیقی مدد کرنے کو نہیں جانتے، اس لئے اس کی مدد کرنے سے محروم رہتے ہیں، بلکہ اُلٹا اس پر ظلم کرتے ہیں، اس بناء پر احادیث میں ظالم کی مدد کرنے کا صحیح طریقہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔
چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اُنْصُرْ أَخَاکَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، أَنْصُرُہٗ إِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا، أَفَرَأَیْتَ إِذَا کَانَ ظَالِمًا کَیْفَ أَنْصُرُہٗ؟ قَالَ :تَحْجُزُہٗ ، أَوْ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُہٗ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۹۵۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے (مسلم) بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو، یا مظلوم ہو، تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہوگا، تو میں اس کی مدد کروں گا، لیکن آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب وہ ظالم ہوگا، تو میں اس کی مدد کیسے کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس ظالم کو ظلم کرنے سے روک دو، یا اس کو ظلم کرنے سے منع کردو، پس یہی اس ظالم کی مدد کرنا ہے (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَلْیَنْصُرِ الرَّجُلُ أَخَاہُ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا، إِنْ کَانَ ظَالِمًا فَلْیَنْہَہٗ، فَإِنَّہٗ لَہٗ نَصْرٌ وَإِنْ کَانَ مَظْلُوْمًا فَلْیَنْصُرْہٗ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۶۲، ۲۵۸۴)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے (مسلم) بھائی کی مدد کرے، خواہ وہ ظالم ہو، یا مظلوم ہو، اگر وہ ظالم ہو، تو اس کو ظلم کرنے سے منع کردے، پس یہ اس ظالم کی مدد کرنا ہے، اور اگر وہ مظلوم ہو، تو اس کی (ظلم سے حفاظت وتلافی کرکے) مدد کردے (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا، أَوْ مَظْلُوْمًا إِنْ كَانَ ظَالِماً فَأَعِنْ عَلَيْهِ حَتّٰى يُؤْخَذَ مِنْهُ الْحَقُّ فَقَدْ أَعَنْتَهُ بِذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ مَظْلُوْماً فَأَعِنْهُ حَتّٰى يَأْخُذَ حَقَّهُ فَقَدْ أَعَنْتَهُ (مسند البزار، رقم الحديث ٨٣١٦)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے (مسلم) بھائی کی اعانت کرو، خواہ وہ ظالم ہو، یا مظلوم ہو، اگر ظالم ہو، تو اس کے خلاف اعانت کرو، یہاں تک کہ اس (ظالم) سے حق واپس لے لیا جائے، تو آپ نے اس طرح سے اس کی مدد کی، اور اگر وہ مظلوم ہو، تو اس (مظلوم) کی آپ اس طرح مدد کریں کہ وہ اپنا حق لے لے، اس طرح آپ نے اس (مظلوم) کی مدد کی (مسند البزار)

ظالم کو ظلم سے روکنے اور منع کرنے میں اس کی مدد کرنا اس طرح پایا جاتا ہے کہ اس کو ظلم کرنے کے نقصان اور گناہ سے بچایا جاتا ہے، کیونکہ اس کے نتیجہ میں اسے دنیا میں بھی سزا ہوسکتی ہے، مثلاً قصاص و دیت دینی پڑسکتی ہے، اور کوئی دوسری قانونی سزا ہوسکتی ہے، یا کسی دوسرے طریقہ پر وبال آسکتا ہے، اور ظالم کو ظلم کے نتیجہ میں آخرت میں بھی عذاب ہوتا ہے، اور جو کچھ ظلم کرکے وہ دنیا میں لیتا ہے، آخرت میں اس سے قیمتی چیز، یعنی اپنے نیک اعمال مظلوم کو دینا پڑیں گے، یا مظلوم کے گناہوں کا وبال سر لینا پڑے گا، ظلم سے روکنے میں اس کی ان دونوں چیزوں میں مدد کرنا پایا جاتا ہے۔ [1]

[1] تمنعه .(عن الظلم) وتحول بينه وبينه فإن ذلک نصره أی منعه عن ظلمه الغير أو النفس هو الإعانة له والنصر لأنه يعينه على دفع العقاب عنه فی الآخرة فهو إما من باب المشاكلة أو من تسميته باعتبار الأول، وفيه أنه يجب على كل مسلم نصر أخيه إذا رآه فی منكر أو مريدا أذية أحد وهذا مما تساهل فيه الناس (التَّنويرُ شَرْحُ الجَامِعِ الصَّغِيرِ، ج٤، ص ٢٨٥، حرف الهمزة)

www.idaraghufran.org

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ أُمَرَاءُ يَكْذِبُوْنَ وَيَظْلِمُوْنَ، فَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ، فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَأَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ، فَلَيْسَ مِنِّيْ، وَلَسْتُ مِنْهُ وَلَيْسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ الْحَوْضَ ، وَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ، وَيُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ، فَهُوَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَارِدٌ عَلَيَّ الْحَوْضَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨١٢٦، نسائی، رقم الحديث ٤٢٠٨) [1]

ترجمہ: عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے؛ جو جھوٹ بولیں گے، اور (عوام ورعایا پر) ظلم کریں گے، پس جو شخص اُن کے پاس گیا، اور اُن کے جھوٹ پر اُن کی تصدیق کی اور اُن کے ظلم پر اُن کی مدد کی، تو اُس کا مجھ سے تعلق نہیں، اور نہ میرا اُس سے تعلق ہے، اور نہ وہ شخص میرے پاس حوضِ کوثر پر آ سکے گا، اور جس نے اُن کے جھوٹ کی تصدیق نہ کی اور نہ اُن کے ظلم کی اُن پر مدد کی، تو اُس کا مجھ سے تعلق ہے، اور میرا اُس سے تعلق ہے، اور وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر بھی حاضر ہوگا (مسند احمد)

اللہ کی طرف سے یہ قانون مقرر ہے کہ ظالم کے ظلم کا وبال دنیا وآخرت میں اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے، اور مظلوم کے لیے کھودے ہوئے کھڈے میں وہ خود ایک نہ ایک دن گرتا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبْغِ وَلَا تَكُنْ بَاغِيًا، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٣٢٩٨) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ظلم وزیادتی نہ کریں، اور ظالم نہ بنیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا (سورہ یونس میں) ارشاد ہے "إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ" کہ "بس تمہارا ظلم تمہارے اوپر ہی پڑے گا" (حاکم)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (سورة فاطر، رقم الآية ۴۳)

ترجمہ: اور نہیں گھیرتی بُری تدبیر، مگر اپنے کرنے والے ہی کو (سورہ فاطر)

ہمارے معاشرہ میں ظالم کی مدد اس میں نہیں سمجھی جاتی کہ اس کو ظلم سے روکا، اور منع کیا جائے، بلکہ بسا اوقات تو ظلم کرنے میں تعاون کو اس کی مدد سمجھا جاتا ہے، چنانچہ ہر متعلقہ شخص رشوت و بھتہ خوری اور ظلم وستم میں دوسرے کا مددگار بنتا ہے، خواتین اپنے شوہروں کو اس طرح کے کاموں پر اُبھارتی اور مجبور کرتی ہیں، حکمرانوں کے وزیر ومشیر اس طرح کے کاموں میں حکمرانوں کے مددگار، بلکہ شریکِ کار بنتے ہیں، اور سب اس رشوت، بھتّہ اور خزانہ چوری کے مال کو آپس میں مل کر بانٹ کھاتے ہیں، اور اس کو ایک دوسرے کی مدد کرنا سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ دوسرے کی مدد نہیں، بلکہ دوسرے پر ظلم ہے، اور خود اپنے آپ پر بھی ظلم ہے۔

اور آج ہمارے معاشرہ کے جملہ شعبہائے زندگی میں جس طرح ایک دوسرے پر ظلم دَر ظلم کرنے کی صورتیں عام ہوگئی ہیں، جن میں تقریباً ہر شعبۂ زندگی کے لوگ اپنی اپنی نوعیت کے لحاظ سے مبتلا ہوگئے ہیں، ان کو دیکھ کر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو دنیا میں مظلوں کے ہاتھوں کسی نہ کسی شکل میں سزا دلوانے، اور مکافاتِ عمل کا سلسلہ قائم فرما رکھا ہے، اور اس طرح ہمارے معاشرہ کا بڑا طبقہ ظالم بھی شمار ہوتا ہے اور مظلوم بھی۔

مثلاً ایک شخص راستہ میں غلط جگہ گاڑی کھڑی کر دیتا ہے، جس سے دوسرے لوگ تکلیف اٹھا کر مظلوم شمار ہوتے ہیں، لیکن جب ان مظلومین میں سے کسی شخص کو گاڑی کھڑی کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، تو وہ بھی یہی حرکت کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں، پھر وہ پہلا ظالم شخص بھی تکلیف اٹھا کر مظلوموں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دوسرے مختلف شعبوں میں بھی یہی صورتِ حال ہے، مثلاً مالکان اپنے ملازموں پر ظلم کرتے ہیں، ان سے زیادہ کام لیتے ہیں، یا ان کو معاوضہ پورا، یا صحیح وقت پر ادا نہیں کرتے، اور ملازم پھر دوسرے طریقوں سے مالکان کا نقصان کر کے حساب برابر کرنے کی کوشش کرتے ہیں،

بڑے بڑے عہدیداران، غریب عوام سے رشوت لے کران پر ظلم کرتے ہیں، اور غریب عوام دوسرے طریقوں سے، مثلاً کھانے پینے اور استعمال وغیرہ کی چیزوں میں مضرِ صحت اور سستی چیزوں کی آمیزش کرتے ہیں، اور وہ اشیاء پھران بڑے بڑے عہدیداران تک پہنچتی ہیں، جس سے وہی ظالم، پھر مظلوم بن جاتے ہیں، صحت کے مسائل میں مبتلا ہوتے ہیں، غریب غرباء سے رشوت وغیرہ میں لیا ہوا پیسہ، علاج ومعالجہ کی نذر ہوجاتا ہے، بعض اوقات جان تک چلی جاتی ہے، اور مثلاً بعض بڑے بڑے ٹھیکیدار سڑکیں اور پُل وغیرہ بناتے وقت، یا سرکاری ملازمین اس طرح کے کاموں کا ٹھیکہ دیتے وقت ناقص کارکردگی اور بھتہ خوری کا ارتکاب کرتے ہیں، پھراس راستے سے سرکاری ملازمین اور بھتہ خوراوران کے اہل وعیال بھی نقصان اٹھاتے ہیں، کسی حادثہ کی نذر ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، یا زندگی بھر کے لیے اپاہج اور معذور بن جاتے ہیں، اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اس طرح کا سلسلہ جاری وساری ہے، اور اللہ کی طرف سے بالواسطہ، یا بلا واسطہ اس طرح مظلوموں کے ہاتھوں سے ظالموں کو سزا دلوائی جاتی ہے، جس کا بندوں کو ادراک بھی نہیں ہوتا۔

جب زندگی کے مختلف شعبوں پر نظر ڈالی جائے گی، تو اوپر سے نیچے تک تقریباً یہی صورتِ حال نظر آئے گی، اوراس طرح ہر شخص ایک جہت سے ظالم اور دوسری جہت سے مظلوم نظر آئے گا، اوراس کی وجہ یہی ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے شعبہ میں دوسرے پر ظلم کرنے میں مشغول ہے، جس کی پاداش میں مظلوم بھی، ظالم ہیں، اور ظالم بھی، مظلوم ہیں۔

اس کا حل یہی ہے کہ ہر شخص اپنے شعبہ میں ظالم کی مدد کرے، یعنی ظالم کو ظلم سے روکے، خواہ وہ خود ظالم ہو، یا دوسرا ظالم ہو،، اس کے نتیجہ میں اللہ ہر ایک کو ظالموں کے تسلط سے محفوظ فرمائے گا۔

اور پھر بھی کہیں ظلم ہوتا ہوا دیکھے، تو مظلوم کی بھی مدد کرے، جب احادیث میں بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ظالم اور مظلوم کی مدد کا سلسلہ شروع ہوگا، تو ان شاءاللہ تعالیٰ، معاشرہ میں ظلم کی صورتوں سے نجات حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی، اس کے خمیازہ سے حفاظت حاصل ہوگی۔

اللہ کرے کہ ایسا ہو۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط22، آیت نمبر81تا84)   مفتی محمد رضوان

اللہ کا نبیوں سے میثاق لینا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (81) فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (82) اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (83) قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (84)

(سورة آلِ عمران، رقم الآيات 81 الٰى 84)

ترجمہ: اور جب لیا اللہ نے نبیوں سے میثاق کو کہ جب دوں میں تم کو کوئی کتاب اور حکمت، پھر آئے تمہارے پاس رسول، جو تصدیق کرنے والا ہو، اس چیز کی، جو تمہارے ساتھ ہے، تو یقیناً ضرور بالضرور ایمان لانا تم اس پر، اور یقیناً ضرور بالضرور مدد کرنا تم اس کی، فرمایا اُس (اللہ) نے کہ کیا اقرار کرلیا تم نے، اور لے لیا تم نے اس پر میرے ذمہ کو، کہا انہوں نے کہ اقرار کرلیا ہم نے، فرمایا اس (اللہ) نے کہ گواہ رہو تم، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں (81) پس جس نے پیٹھ پھرائی اس کے بعد، تو یہ لوگ ہی فاسق ہوں گے (82) کیا پس اللہ کے دین کے علاوہ کو تلاش کرتے ہیں وہ (لوگ) اور اس (اللہ) کے لیے اسلام لائے، وہ جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، خوشی کے ساتھ اور ناخوشی سے، اور اسی (اللہ) کی طرف لوٹایا جائے گا اُن کو (83) کہہ دیجیے آپ (اے نبی! کہ) ایمان لائے ہم اللہ پر، اور اس چیز

www.idaraghufran.org

پر جو نازل کی گئی ہمارے اوپر، اور جو نازل کی گئی ابراہیم پر، اور اسماعیل، اور اسحاق، اور یعقوب، اور (ان کی) اولاد پر، اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو، اور (دوسرے) نبیوں کو، ان کے رب کی طرف سے، نہیں فرق کرتے ہم، ان میں سے کسی ایک کے درمیان، اور ہم اسی (اللہ) کے لیے اسلام لانے والے ہیں (84) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے میثاق، یعنی پختہ عہد لینے کا، اور دوسری آیت میں اس میثاق کی خلاف ورزی کے نتیجہ کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

”وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ. فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ“.

”اور جب لیا اللہ نے نبیوں سے میثاق کو کہ جب دوں میں تم کو کوئی کتاب اور حکمت، پھر آئے تمہارے پاس رسول، جو تصدیق کرنے والا ہو، اس چیز کی، جو تمہارے ساتھ ہے، تو یقیناً ضرور بالضرور ایمان لانا تم اس پر، اور یقیناً ضرور بالضرور مدد کرنا تم اس کی، فرمایا اُس (اللہ) نے کہ کیا اقرار کرلیا تم نے، اور لے لیا تم نے اس پر میرے ذمہ کو، کہا انہوں نے کہ اقرار کرلیا ہم نے، فرمایا اس (اللہ) نے کہ گواہ رہو تم، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

پس جس نے پیٹھ پھرائی اس کے بعد، تو یہ لوگ ہی فاسق ہوں گے“۔

مذکورہ آیت میں کسی خاص نبی سے ”میثاق“ لینے کا ذکر نہیں، بلکہ نبیوں سے میثاق لینے کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے سب نبیوں سے اس میثاق کو لیا تھا۔

سورہ احزاب میں بھی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے میثاق کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیۡثَاقَهُمۡ وَمِنۡکَ وَمِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا .لِّیَسۡـَٔلَ الصّٰدِقِیۡنَ عَنۡ صِدۡقِهِمۡ وَاَعَدَّ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا (سورة الاحزاب،رقم الآيات٧،٨)

ترجمہ: اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کے میثاق کو، اور آپ (یعنی محمد) سے، اور نوح، اور ابراہیم، اور موسیٰ، اور عیسیٰ بن مریم سے، اور لیا ہم نے ان سے سخت میثاق کو۔ تاکہ سوال کرے وہ (یعنی اللہ) سچوں سے، ان کی سچائی کے بارے میں (کہ میثاق کو پورا کرنے والے کون ہیں) اور تیار کر رکھا ہے اس (اللہ) نے، کافروں (اور میثاق توڑنے والوں) کے لیے عذابِ الیم کو (سورہ احزب)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے میثاق کو لیا تھا۔

اور نبی آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بنیادی طور پر وہی دین عطاء فرمایا، جو پہلے نبیوں کو عطاء فرمایا تھا، جیسا کہ سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوۡحًا وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِهٖۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡهِ کَبُرَ عَلَی الۡمُشۡرِکِیۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَیۡهِ (سورة الشورى،رقم الآية ١٣)

ترجمہ: شروع کیا اس (اللہ) نے تمہارے لیے دین سے وہی، جس کی وصیت کی تھی اس نے نوح کو اور جس کی وحی کی ہم نے آپ کی طرف اور جس کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو، یہ کہ تم قائم کرنا دین کو اور نہ تفرقہ بازی کرنا تم اس (دین) میں، بھاری گزرتی ہے مشرکین پر وہ (بات) جس کی طرف دعوت دیتے ہو تم ان کو (سورہ شوریٰ)

تمام نبیوں کے دین کی بنیاد، اللہ کی وحدانیت وعبادت تھی، اسی مقصد کے لئے ''رسالت'' کا سلسلہ شروع ہوا۔

قرآن مجید کی کسی آیت، یا کسی معتبر مرفوع حدیث میں اس بات کا صراحتاً ذکر نہیں کہ اللہ نے نبیوں سے یہ میثاق کب لیا تھا، اور ایک ساتھ لیا تھا، یا الگ الگ اوقات میں لیا تھا، اور مفسرین کی آراءا

www.idaraghufran.org

س سلسلے میں مختلف ہیں، تاہم جس چیز کی قرآن اور معتبر احادیث میں صراحت نہ کی گئی ہو، اس کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے، اور غیبی امور کے بارے میں خود سے کوئی حتمی رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔

اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ اللہ نے نبیوں سے میثاق کو لیا تھا، اور نبیوں نے اپنی اپنی قوم سے اپنے اپنے زمانہ میں اس میثاق کی تجدید کی تھی، جس طرح بھی اللہ نے چاہا، اور بس۔

البتہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میثاق، اللہ تعالیٰ نے اس وقت لیا تھا، جب اللہ کا عرش پانی پر تھا، چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، اور ہر فیصلہ کیا، اور نبیوں سے میثاق کو لیا، اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا" (طبرانی) [1]

لیکن مذکورہ حدیث کی سند غیر معمولی ضعیف و کمزور ہے۔

اس لیے ایسی غیر مستند و غیر معتبر روایت پر عقیدہ رکھنا درست نہیں۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے جو میثاق لیا، اس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی آسمانی کتابوں میں ذکر فرمایا، اور نبیوں نے بھی اپنی قوم سے اس کا ذکر فرمایا تھا، جس کی وجہ سے اس میثاق کو پورا کرنے کی ذمہ داری، ہر نبی کی قوم پر بھی عائد ہو گئی تھی، اور اس میثاق میں یہ بھی داخل تھا کہ ہر نبی اور اس کے واسطے سے اس کی قوم، اللہ کی طرف سے آئندہ آنے والے نبی کی تصدیق کرے گی، اور اللہ اور اس کی طرف سے بھیجے جانے والے نبیوں کے ذریعے احکام کو بھی مانے گی، بطورِ خاص خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کا پختہ عہد لیا تھا، جس کا یہود و نصاریٰ کو بھی علم تھا، اور ان کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر تھا، لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں اس بات کے اندر تحریف اور ردوبدل کر کے

---

[1] حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ صَالِحٍ الشِّيرَازِيُّ، ثنا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ، وَقَضَى الْقَضِيَّةَ، وَأَخَذَ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، فَأَهْلُ الْجَنَّةِ أَهْلُهَا وَأَهْلُ النَّارِ أَهْلُهَا. قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ، فِيمَ الْأَعْمَالُ؟ قَالَ: يَعْمَلُ كُلُّ قَوْمٍ لِمَنْزِلَتِهِمْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِذًا نَجْتَهِدُ يَا رَسُولَ اللهِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٧٩٤٠)

[2] الحديث له طريقان عن أبی أمامة، ففی الأولی بشر بن نمير البصری وهو متروک كذبه بعضهم. وفی الثانية جعفر بن الزبير الحنفی وهو أيضا متروک كذبه شعبة (حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، ج١٢، ص٤٧٩، تحت رقم الحديث ٢٩٦٦)

www.idaraghufran.org

خیانت کا ارتکاب کیا۔

جیسا کہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (سورة المائدة،رقم الآية ١٣)

ترجمہ: پس ان (اہلِ کتاب) کے توڑنے کی وجہ سے، اپنے میثاق کو، لعنت کی ہم نے ان پر، اور کردیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت تحریف کرتے ہیں کلمات کی وہ اپنے مقامات سے، اور بھلادیا انہوں نے ایک حصہ کو اس چیز کے، جس کی نصیحت کی گئی تھی ان کو، اور آپ برابر مطلع رہتے ہیں، ان میں سے خیانت پر، سوائے ان میں سے چند لوگوں کے (سورہ مائدہ)

اور مشرکینِ مکہ اپنی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کیا کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس عہد میں شریک تھے، اور انہوں نے نبی آخر الزمان کی بعثت کی دعاء بھی کی تھی، جس کا سورہ بقرہ کی اس آیت میں ذکر ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورة البقرة، رقم الآية ١٢٩)

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور بھیج دیجئے ان میں رسول ان ہی میں سے، جو تلاوت کرے، ان پر آپ کی آیات، اور تعلیم دے ان کو کتاب کی، اور حکمت کی، اور تزکیہ کرے ان کا (سورہ بقرہ)

اس لیے مشرکینِ مکہ بھی اس میثاق کو توڑنے والے تھے۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مذکورہ بالا میثاق پر عمل نہ کرنا تو فسق اور گناہ ہے، اس لیے ان کو فاسق فرمایا گیا۔

لیکن اگر اس میثاق کی خلاف ورزی میں کفر شامل ہو جائے، جیسا کہ رسالت کا انکار، تو پھر یہ گناہ کفر کے درجہ والا گناہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ اہلِ کتاب و مشرکین کا حال تھا۔

www.idaraghufran.org

نبیوں کی طرف سے تو اللہ کے میثاق وعہد کو توڑنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا، البتہ نبیوں کی طرف اپنی نسبت کرنے والے لوگوں کی طرف سے اس میثاق وعہد کو توڑنے کا وقتاً فوقتاً ارتکاب ہوتا رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائے جانے والے مشرکین اور اہلِ کتاب، یعنی یہود ونصاریٰ نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس میثاق وعہد کو توڑ دیا تھا، اور وہ نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، جبکہ نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن مشرکین اور اہلِ کتاب کے اُن نبیوں، اور ان کی طرف بھیجی جانے والی آسمانی تعلیمات کی صحیح معنیٰ میں تصدیق کرنے والے ہیں۔

یہود اپنی نسبت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف، اور نصاریٰ اپنی نسبت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف، اور مشرکینِ مکہ اپنی نسبت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کیا کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان سب نبیوں سے جو میثاق وعہد لیا تھا، اس میں نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا میثاق وعہد بھی داخل تھا۔

پس اس میثاق کو توڑنے کی وجہ سے وہ سب ہی کافر شمار ہوئے۔

اور آئندہ بھی قیامت تک جو انسان بھی نبی آخر الزمان پر ایمان نہیں لائے گا، وہ بھی کافر شمار ہوگا، خواہ وہ موحّد ہونے اور کسی بھی دوسرے نبی کی رسالت پر ایمان کا دعویٰ کیوں نہ کرتا ہو۔

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی مندرجہ بالا تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ"

"کیا پس اللہ کے دین کے علاوہ کو تلاش کرتے ہیں وہ (لوگ) اور اس (اللہ) کے لیے اسلام لائے، وہ جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، خوشی کے ساتھ اور ناخوشی سے، اور اسی (اللہ) کی طرف لوٹایا جائے گا اُن کو"۔

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں پر تعجب ہے کہ یہ لوگ، نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے، اللہ کے دین کے علاوہ کو تلاش کرتے ہیں، حالانکہ اللہ پر آسمان اور زمین کی تمام مخلوق اختیاری وغیر اختیاری طور پر، اسلام لائے ہوئے ہے، اور اگر کافر دنیا میں اپنے اختیار سے ایمان

نہیں لاتے،تو وہ کسی صورت میں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے، کیونکہ سب کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا،اور قیامت کے دن سب سے حساب لیا جائے گا۔

قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی، آسمان وزمین کی مخلوق کے اللہ پر ایمان لانے، اور اللہ کی عبادت واطاعت کرنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (سورة الرعد،رقم الآية ۱۵)

ترجمہ:اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے، جوکوئی آسمانوں اورزمین میں ہے،خوشی سے اورناخوشی سے،اوران کے سائے بھی صبح اورشام کو(سجدہ کرتے ہیں)(سورہ رعد)

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَايِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ.وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ.يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ(سورة النحل، رقم الآيات ۴۸ الٰى ۵۰)

ترجمہ: کیااورنہیں دیکھاانہوں نے،ان چیزوں کی طرف،جن کو پیدا کیااللہ نے،کوئی بھی چیز ہوکہ جھکتا ہےاس کا سایہ دائیں طرف سے،اور بائیں طرف سے،سجدہ کرتے ہوئے ،اللہ کو،اس حال میں کہ وہ (اللہ کے سامنے) ذلیل(وحقیر) ہیں۔اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہیں وہ چیزیں، جوآسمانوں میں ہیں،اور جوزمین میں ہیں،خواہ چلنے والے(جانور) ہوں،اورفرشتے ہوں،اوروہ تکبرنہیں کرتے۔ڈرتے ہیں وہ اپنے رب سے، جواِن کے اوپر ہے،اور کرتے ہیں وہ،ان کاموں کو،جن کاانہیں حکم دیا جاتا ہے(سورہ نحل)

اورسورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (سورة

الاسراء، رقم الآیۃ ۴۴)

ترجمہ: تسبیح بیان کرتے ہیں، اُس (اللہ) کے لیے، ساتوں آسمان اور زمین، اور وہ (مخلوق) جو ان میں ہے، اور نہیں ہے کوئی چیز، مگر وہ تسبیح بیان کرتی ہے، اللہ کی حمد کے ساتھ، لیکن نہیں سمجھتے تم ان کی تسبیح کو، بے شک وہ (یعنی اللہ) حلیم ہے، غفور ہے (سورہ اسراء)

اور سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَاءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ (سورۃ فصلت، رقم الآیۃ ۱۱)

ترجمہ: پھر مستوی ہوا وہ (یعنی اللہ) آسمان کی طرف، اور وہ (یعنی آسمان) دھواں تھا، پھر کہا اس (اللہ) نے، اس (آسمان) کو، اور زمین کو، کہ آ جاؤ تم دونوں، خوشی سے، یا ناخوشی سے، کہا ان دونوں نے کہ آ گئے ہم خوشی سے (سورہ فصلت)

اس سے معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین، اللہ کی خوشی سے اطاعت کرتے ہیں۔

اور دنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں، خواہ وہ کافر ہوں، یا مادیت پرست سائنس دان، وہ اس کائنات میں ہونے والے تغیرات وحادثات اور واقعات سے مجبور ہو کر کسی نہ کسی شکل میں اللہ اور اس کی قدرت کے معترف ہو جاتے ہیں، اگرچہ ان کا یہ اعتراف خوشی سے نہ ہونے کی بناء پر قابلِ قبول نہیں ہوتا، نیز مرنے کے وقت ہر انسان، اللہ پر ایمان لے آتا ہے، اگرچہ اس کا ایمان معتبر نہ ہو، اسی طرح مشرکین بھی جب پھنس جاتے ہیں، تو اللہ کی وحدانیت کو ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اور اللہ پر ایمان کی بات ان کی زبان سے نکل جاتی ہے، جس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے۔

چنانچہ سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ .اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ .وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (سورۃ العنكبوت، رقم الآیات ۶۱ الیٰ ۶۳)

ترجمہ: اور اگر آپ سوال کریں، ان (مشرکین) سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو، اور مسخر کیا سورج کو اور چاند کو، تو یقیناً ضرور کہیں گے وہ کہ اللہ نے، پس کہاں بھٹکے ہوئے ہیں وہ۔ اللہ پھیلاتا ہے رزق کو، جس کے لیے چاہتا ہے، اپنے بندوں میں سے، اور تنگ کرتا ہے، اس کے لیے، بے شک اللہ ہر چیز کو خوب اچھی طرح جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ سوال کریں، ان (مشرکین) سے کہ کس نے نازل کیا آسمان سے پانی کو، پھر زندہ کردیا اس نے، اس پانی کے ذریعے سے زمین کو، اس کی موت کے بعد، تو یقیناً ضرور کہیں گے وہ کہ اللہ نے، کہہ دیجیے کہ تمام تعریفیں، اللہ ہی کے لیے ہیں! بلکہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے (سورہ عنکبوت)

لیکن بندوں سے اس طرح کا ایمان واعتراف قابلِ قبول نہیں، اسی کو اگر ''کرھاً'' یعنی ناخوشی سے اسلام لانا قرار دیا جائے، تو بعید نہیں، باقی آسمان وزمین کا ایمان تو خوشی سے ہے، جس کا گزشتہ کئی آیات میں ذکر گزر چکا ہے۔

پس مومنوں، اور اللہ کی دوسری مخلوق کا اسلام ''طوعاً'' ہے، اور کافروں کا ''کرھاً'' ہے۔

اور معجم اوسط طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''جو غلام، یا جانور، یا بچہ بد خلق ہو، تو اس کے دونوں کانوں میں یہ آیت پڑھو:

''اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ''

(ملاحظہ ہو: المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ٦٤، ج ١ ص ٢٧، باب من اسمه احمد)

لیکن مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے شدید ضعیف ہے۔

(ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ١٢٧٠١، کتاب الأدب، باب ما یفعل بمن هو سیء الخلق)

اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی مندرجہ بالا چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ''

''کہہ دیجیے آپ (اے نبی! کہ) ایمان لائے ہم اللہ پر، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی

www.idaraghufran.org

ہمارے اوپر،اور جو نازل کی گئی ابراہیم پر،اور اسماعیل ،اور اسحاق،اور یعقوب ،اور (ان کی)اولاد پر،اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو،اور(دوسرے) نبیوں کو،ان کے رب کی طرف سے،نہیں فرق کرتے ہم،ان میں سے کسی ایک کے درمیان،اور ہم اسی (اللہ) کے لیے اسلام لانے والے ہیں''۔

مطلب یہ ہے کہ اے ہنود و یہود اور نصاریٰ !اگر تم اللہ کے تمام نبیوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان نہیں لاتے ،تو تم جانو،اور تمہارا کام جانے،اس کا وبال تم ہی کو بھگتنا پڑے گا،ہم تو سب پر ایمان لاتے ہیں،اور ہم ان کے درمیان،ایمان لانے کے اعتبار سے تفریق نہیں کرتے ،جس طرح اللہ کی طرف سے ایمان لانے کا حکم ہے،اسی طرح سے ایمان لاتے ہیں،جس میں ہر نبی اور ہر آسمانی کتاب کو اپنے اپنے وقت کے اعتبار سے اللہ کا نبی اور آسمانی کتاب سمجھنا بھی داخل ہے۔

اسی بات کا ذکر سورہ نساء کی مندرجہ ذیل آیت میں بھی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّـذِيۡـنَ اٰمَـنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَالۡـكِتٰبِ الَّـذِىۡۤ اَنۡـزَلَ مِـنۡ قَبۡلُ ‌ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓـئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا (سورة النساء،رقم الآية ١٣٦)

ترجمہ:اے ایمان والو! ایمان لاؤ تم،اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اس نے اپنے رسول پر،اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی اس سے پہلے،اور جو کفر کرے گا،اللہ کے ساتھ،اور اس کے فرشتوں کے ساتھ،اور اس کی کتابوں کے ساتھ،اور اس کے رسولوں کے ساتھ،اور آخرت کے دن کے ساتھ،تو وہ گمراہی میں پڑ جائے گا،دور کی گمراہی میں (سورہ نساء)

پس مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ اللہ،اور اس کے رسولوں اور آسمانی کتابوں پر پوری طرح ایمان لانے والی قوم روئے زمین پر آج کے دور میں صرف اور صرف مسلمانوں کی ہے،دوسری قومیں اس شرف سے محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

www.idaraghufran.org

جلد1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ
(3)...غیرحنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء
(3)...اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة.
(4)... کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم.

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَایَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِفِیْ حَالَةِ الْحَضْرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)...محرم کے بغیر سفر کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)... خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد9

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...تمباکو نوشی کے احکام
(2)...ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)...حمد ونعت اور اس کی شرائط
(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)...انگور، کھجور و دیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)... بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)...دَف کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد10

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)...حرمت ونجاست سے متعلق اصول
(4)...تحقیق مسحِ رقبة
(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)...نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)...خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم
(8)... بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیةُ المسجد کا شرعی حکم
(9)... صلاةُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد15

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)... سابِ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد16

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)...بروز جمعہ، نماز جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)...جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)...تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث
مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط3)

امام قرطبی، اپنی مذکورہ کتاب ''التذکرۃ'' میں مزید فرماتے ہیں:

الفصل الخامس: فإن قالوا :فما تأويلكم في القبر :حفرة من النار، أو روضة من رياض الجنة؟ قلنا :ذلك محمول عندنا على الحقيقة لا على المجاز .وأن القبر يملأ على المؤمن خضرا وهو العشب من البنات، وقد عينه عبد الله بن عمرو بن العاص فقال :هو الريحان كما في حق الكافر يفرش له لوحان من نار، وقد تقدم.وقد حمله بعض علمائنا على المجاز والمراد خفة السؤال على المؤمن، وسهولته عليه وأمنه فيه، وطيب عيشه ووصفه بأنه جنة تشبيها بالجنة والنعيم فيها بالرياض يقال :فلان في الجنة إذا كان في رغد من العيش وسلامة.فالمؤمن يكون في قبره في روح وراحة وطيب عيش، وقد رفع الله عن عينيه الحجاب حتى يرى مد بصره كما في الخبر، وأراده بحفرة النار ضغطة القبر وشدة المساء لة والخوف والأهول التي تكون فيها على الكفرة وبعض أهل البكائر :والله أعلم.والأول أصح لأن الله سبحانه ورسوله يقص الحق ولا استحالة في شيء من ذلك(التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، ص۳۷۷و۳۷۸، باب ذكر حديث البراء المشهور الجامع لأحوال الموتى عند قبض أرواحهم وفي قبورهم)

ترجمہ: پانچویں فصل: اگر کہنے والے یہ کہیں کہ قبر کے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس سے ہمارے نزدیک حقیقت مراد ہے، مجاز مراد نہیں۔

www.idaraghufran.org

اور مومن کی قبر سبزہ سے بھر جاتی ہے،اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ (خوشبودار) ریحان (کا پودا) ہے،جیسا کہ کافر کے لئے آگ کی تختی کو بچھایا جاتا ہے،یہ بات پہلے گذر چکی ہے۔

اور بعض علماء نے اس (مذکورہ بالا حدیث کے مضمون) کو مجاز پر محمول کیا ہے،ان کے نزدیک اس سے مومن کے سوال کا آسان، وسہل ہونا،اور اس پر امن وسلامتی کا ہونا،اور اس کی برزخی زندگی کا خوشگوار ہونا مراد ہے،اور قبر کی جنت ،اور نعمت سے تشبیہ،باغ کے ساتھ دی گئی ہے،جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص باغ و جنت میں ہے،جبکہ وہ عیش وسلامتی میں ہوتا ہے۔

پس مومن اپنی قبر میں خوشی وراحت ،اور عیش وعشرت میں ہوتا ہے،اور اللہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ کو ہٹادیتا ہے،جس کی وجہ سے وہ تاحدِ نگاہ دیکھ لیتا ہے،جیسا کہ حدیث میں ہے،اور جہنم کے گڑھے سے مراد،قبر کی تنگی ،اور سوال کی شدت،اور خوف اور دہشت ہے،جو کفر اور بعض کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔واللہ أعلم۔

لیکن پہلا قول (یعنی حقیقت کا مراد ہونا) زیادہ صحیح ہے،کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ،اور اس کے رسول نے حق بیان فرمایا ہے،اوران میں سے کوئی چیز بھی ناممکن نہیں (التذکرۃ)

مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت میں برزخ وقبر سے متعلق جو احوال بیان کیے گئے ہیں،ان میں ان چیزوں کی حقیقت کا مراد ہونا راجح ہے،غیر حقیقی ،یعنی مجازی معنیٰ کا مراد ہونا راجح نہیں،کیونکہ حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے اور عدول کرنے کی کوئی معقول دلیل نہیں۔یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

ملحوظ رہے کہ قبر کے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ،اور جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، ہونے کی حدیث کو بعض اہلِ علم حضرات نے سند کے اعتبار سے ضعیف وکمزور قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا محمد بن أحمد وهو ابن مدويه قال: حدثنا القاسم بن الحكم العرني قال: حدثنا عبيد الله بن الوليد الوصافي، عن عطية، عن أبي سعيد، قال: دخل رسول الله صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تاہم اس حدیث کے ضعیف ہونے سے برزخ وقبر میں، ہر شخص کو اپنے حسبِ عقیدہ وحسبِ عمل راحت، یا عذاب ہونے کے اصل مسئلہ پر فرق نہیں پڑتا، کیونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید کی آیات اور بہت سی صحیح ومعتبر سند پر مشتمل احادیث وروایات کے ذخیرہ سے ثابت ہے، جن کے انکار کی گنجائش نہیں، اوران میں کوئی دوسری بے جا تاویل بھی قابلِ اعتبار نہیں۔

عزُّ الدین کاسلافہ بالامیر کا حوالہ

عزُّ الدین کاسلافہ بالامیر (المتوفیٰ:1182ھ) فرماتے ہیں کہ:

أنـه تـعـالـى جعل الدور ثلاثة :دار الـدنيـا، ودار البرزخ، ودار القرار، وجـعـل لـكـل دار أحـكـامـا تختص بها، فأحكام دار الدنيا جعلهاعلى الأبـدان والأرواح تبـع لهـا وقـد جـعـل أحكامه الشريفة مترتبة على ما يظهر من حركات اللسان والجوارح وإن أضمرت النفوس خلافها . وجـعـل أحكام البرزخ على الأرواح والأبدان تبع لها فالأرواح فى دار البـرزخ التـى هى تباشر العذاب والنعيم والأبدان متابعة لها تألم بألمها وتنعم بنعيمها والأرواح خفية والأبدان كالقبور لها فتجرى أحكام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم مصلاه فرأى ناسا كأنهم يكتشرون قال: " أما إنكم لو أكثرتم ذكر هاذم اللذات لشغلكم عـما أرى، فأكثروا من ذكر هاذم اللذات الموت، فإنه لم يأت على القبر يوم إلا تكلم فيه فيقول: أنـا بيـت الـغربة وأنا بيت الوحدة، وأنا بيت التراب، وأنا بيت الدود، فإذا دفن العبد المؤمن قال له القبر: مـرحبا وأهلا أما إن كنت لأحب من يمشي على ظهري إلي، فإذ وليتك اليوم وصرت إلي فسترى صنيعي بك "قال: " فيتسع له مد بصره ويفتح له باب إلى الجنة .وإذا دفن العبد الفاجر أو الكافر قال له القبر: لا مرحبا ولا أهلا أما إن كنت لأبغض من يمشي على ظهري إلي، فإذ وليتك اليوم وصـرت إلـي فسترى صنيعي بك "قال: فيـلـتـئـم عـلـيـه حتـى تلتقي عليه وتختلف أضلاعه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بأصابعه، فأدخل بعضها فى جوف بعض قال: ويـقـيـض الـلـه له سبعين تنينا لو أن واحدا منها نفخ فى الأرض ما أنبتت شيئا ما بقيت الدنيا فينهشنه ويخدشنه حتى يفضى به إلى الحساب.

قال: قـال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنـما القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٤٦٠)

www.idaraghufran.org

البرزخ على الأرواح وتسرى إلى الأبدان كما فى دار الدنيا تجرى على الأبدان وتسرى إلى أرواحها.

وقد أرانا الله فى الدنيا نوعا من ذلك فى النائم فإن الأمر الذى يتنعم به أو يتألم به فى المنام يجرى على روحه أصلا والبدن تبع له فى ذلك فقد يقوى ما ينال الروح من ذلك فتظهر على البدن ظهورا بينا من التألم أو المتنعم فقد يرى أنه يضرب ويصبح وأثر الضرب فى جسمه وقد يرى أنه يأكل وأثر الطعام فى فمه ويذهب عنه الجوع والظمأ وقد ينام بين المستيقظين ويرى عجائب يخبر بها ولا يدرك من يشاهده من المستيقظين حوله شيئا وذلك لأن هذا حكم يجرى لروحه وهو منقطع عن بدنه انقطاعا ما .

فإذا تجرد الروح عن البدن فى البرزخ وانقطع عنه انقطاعا أكمل من ذلك الانقطاع جرت عليه أحكامه من عذابه ونعيمه وسعة قبره عليه وضيقه أتم من حال النائم ولا يشاهده الأحياء.

فإذا حشرت الأجساد كانت أحكام دار القرار على الروح والجسد جميعا.

وثالثا :أن الله تعالى جعل أمر الآخرة وما يتصل بها غيبا محجوبا عن إدراك المكلفين فى هذه الدار وذلك لحكمة جليلة يتميز من يؤمن بالغيب من غيره، فأول ذلك أنها تنزل الملائكة على المحتضر وتجلس قريبا منه ويشاهدهم عيانا ويتحدثون عنده وقد يسلمون عليه ويرد عليهم تارة بإشارته وتارة بلفظه وقد يخاطبهم ويرحب بهم، وقد روى من هذا أنواعا يخرج عن الحصر وقد أشار الله تعالى إلى ذلك بقوله :(فلولا إذا بلغت الحلقوم ،وأنتم حينئذ تنظرون،ونحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون)أى أقرب إليه بملائكتنا ورسلنا ولكنكم لا ترونهم وقال :(لو ترى إذ الظالمون فى غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم أخرجوا أنفسكم اليوم)فهذا أول الأمر وهو فى دار الدنيا غير مشاهد لنا ثم يخرجون روحه ولها نور كشعاع الشمس

وروائحة أطيب من رائحة المسک وذلک لا يشاهده الحاضرون

(التَّنويرُ شَرحُ الجَامعِ الصَّغِير، ج٣،ص٢٠٧،حرف الهمزة،اللام مع الهاء)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تین گھر بنائے ہیں، ایک دارِ دنیا ہے، اور دوسرے دارِ برزخ ہے، اور تیسرے دارِ قرار (ودارِ آخرت) ہے، اور اللہ نے ہر ایک دار کے لیے اس کے مخصوص احکام بھی مقرر فرمادیئے ہیں، پس دارِ دنیا کے احکام کو تو اللہ نے ''ابدان'' پر مقرر فرمادیا، اور ارواح کو ابدان کے تابع قرار دے دیا، اور دارِ دنیا کے احکامِ شریفہ کو ان چیزوں پر مرتب فرمادیا، جو ظاہر ہوتی ہیں، مثلاً زبان اور اعضاء کی حرکات، اگرچہ دل میں اس کے خلاف چھپا ہوا ہو (اس دل میں چھپی ہوئی بات کا دوسروں کو دنیا میں مکلّف نہیں کیا گیا)

اور برزخ کے احکام کو اللہ نے ''ارواح'' کے لیے مقرر فرمایا، اور ابدان کو ارواح کے تابع قرار دے دیا، پس دارِ برزخ میں ارواح، عذاب اور نعمت کا سامنا کرتی ہیں، اور ابدان، ارواح کے تابع ہوکر ارواح کی تکلیف کی وجہ سے، تکلیف کو، اور ارواح کی راحت کی وجہ سے، راحت کو، محسوس کرتے ہیں، اور روحیں مخفی ہوتی ہیں، اور ابدان اُن ارواح کی قبروں کی طرح ہوتے ہیں، پس برزخ کے احکام، ارواح پر جاری ہوتے ہیں (جو دوسروں کو نظر نہیں آتے) اور ابدان تک سرایت کرتے ہیں، جیسا کہ دارِ دنیا میں احکام، ابدان پر جاری ہوتے ہیں، اور ارواح تک سرایت کرتے ہیں۔ [1]

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ برزخ وقبر میں جو راحت، یا خوشی کی شکل میں حالات پیش آتے ہیں، وہ روح پر جاری ہوتے ہیں، اور جسم وبدن، یا اس کے جزء کے ساتھ وہ اثرات پہنچتے ہیں، جس طرح سافٹ ویئر کے اثرات، ہارڈ ویئر تک سرایت کرتے ہیں، اسی بات کی تعبیر بعض حضرات، روح وجسم کے مجموعہ کو عذاب وراحت حاصل ہونے سے، اور بعض حضرات اس عذاب وراحت کو روحانی وجسمانی ہونے سے تعبیر کردیتے ہیں، اور جو لوگ نصوص میں روح کے اعادہ، اور عذاب کی مختلف شکلوں کو محض روح کے ساتھ خاص کرتے ہیں، اور جسم کے برزخ میں معطل ہونے کا حکم لگاتے ہیں، اور نصوص میں وارد الفاظ کو مجازی معنیٰ پر محمول ہونے کی تاویل کرتے ہیں، ان کی تردید کے لیے بعض اہلُ السنۃ اس کو ''حیاتِ حقیقی'' اور ''عذابِ حقیقی'' وغیرہ سے تعبیر کردیتے ہیں، اور بعض اختصار کے ساتھ اس کو ''برزخی حیات'' کہہ دیتے ہیں، اور بعض حضرات جب دیکھتے ہیں کہ جمہور کے مقابلے میں ایک قول ''برزخی حیات'' کے محض روحانی اور جسم سے تعلق نہ ہونے، اور نصوص میں وارد الفاظ کو مجازی معنیٰ پر محمول کرنے کی تاویل کا ہے، تو وہ اس حیات کو ''روحانی جسمانی، اور حقیقی حیات'' سے تعبیر کردیتے ہیں، پس تعبیرات وعنوانات کا یہ اختلاف اصل مقصود اور معنون کے مختلف ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مقصود کسی فائدۂ مزیدہ کو ذکر کرنا، یا فاسد خیال کو رَد کرنا ہوتا ہے، جس کو ظاہر بین شخص حقیقت کا اختلاف سمجھ کر کسی غلط فکر کی طرف بھٹک جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں اس کی ایک قسم کو دکھلا دیا ہے، جو سونے والے کی صورت میں ہے، کیونکہ نیند میں انسان، نعمت، یا تکلیف کا احساس کرتا ہے، یہ احساس اصل میں تو اس کی روح پر جاری ہوتا ہے، اور بدن اس سلسلے میں اس کی روح کے تابع ہوتا ہے، پھر بعض اوقات خواب میں نظر آنے والی وہ چیز قوی ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں بدن پر اس کا قوی انداز میں اظہار ہوتا ہے، خواہ وہ تکلیف کی چیز ہو، یا راحت کی چیز ہو، چنانچہ بعض اوقات، سونے والا دیکھتا ہے کہ اس کو مارا جارہا ہے، اور وہ چیخ وپکار کررہا ہے، اور مارنے کا اثر اس کے جسم میں ظاہر ہوتا ہے، اور بعض اوقات سونے والا دیکھتا ہے کہ وہ کھارہا ہے، اور کھانے کا اثر اس کے منہ میں ظاہر ہوتا ہے، اور اس سے بھوک اور پیاس دور ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات سونے والا، جاگنے والوں کے درمیان میں ہوتا ہے، اور وہ عجیب وغریب چیزوں کو دیکھتا ہے، جن کی وہ دوسروں کو خبر دیتا ہے، لیکن اس کے قرب وجوار میں جاگنے والے، ان میں سے کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کرتے، جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ ایسا حکم ہے، جو اس کی روح پر جاری ہوتا ہے، جو کہ اس کے بدن سے منقطع ہوتی ہے، خواہ وہ انقطاع کسی بھی نوعیت کا ہو (اور خواہ ہمیں اس کی پوری نوعیت وکیفیت سمجھ نہ آئے)

پس جب روح، برزخ میں بدن سے جدا ہوجائے گی، اور اس کا انقطاع سونے والے سے زیادہ کامل نوعیت کا ہوگا (کہ روح پر پیش آنے والے احوال کا عام حالات میں بدن پر اثر دکھائی نہیں دے گا) تو اس پر اس کے احکام جاری ہوں گے، خواہ وہ احکام تعذیب وتکلیف کی شکل میں ہوں، یا نعمت وراحت کی شکل میں ہوں، یا اس کی قبر کی کشادگی کی شکل میں ہوں، یا اس کی قبر کی تنگی کی شکل میں ہوں، وہ سب کے سب سونے والے کی حالت سے زیادہ اتم واکمل نوعیت کے ہوتے ہیں، جن کا زندہ لوگ مشاہدہ نہیں کرپاتے۔

پھر جب حشر کے موقع پر اجسام کو دوبارہ اٹھایا جائے گا، تو دارِ قرار ودارِ آخرت کے

احکام، روح اور جسم پر اکٹھے اور یکساں طریقہ پر جاری ہوں گے(کہ جسم اور روح دونوں کی تاثیر وقوت اور نقل وحرکت میں بے پناہ اضافہ ہوجائے گا، اور زوال وغیرہ سے حفاظت ہوجائے گی)

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے معاملہ کو اور جو چیز اس سے وابستہ ہے(یعنی عذاب، یا راحت، جو کچھ بھی مُردہ کے ساتھ پیش آئے) اس کو غیب اور آڑ کے پردے میں چھپا دیا ہے، جس کا اس دارِ دنیا میں مکلفین کو ادارک نہیں ہوتا، اور یہ ایک عظیم الشان حکمت کی وجہ سے ہے، جس کے نتیجے میں غیب پر ایمان لانے والے، اور غیب پر ایمان نہ لانے والے کے درمیان امتیاز ہوجاتا ہے(ورنہ تو سب لوگ دیکھ کر اس بات کو مانیں گے، اور ایمان بالغیب، جو اللہ کو مطلوب ہے، وہ باقی نہ رہے گا) جن میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ جس انسان کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے، اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور اس کے قریب میں بیٹھ جاتے ہیں، جن کو فوت ہونے والا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور وہ فرشتے اس کے پاس گفتگو کرتے ہیں، اور بعض اوقات وہ فوت ہونے والے کو سلام کرتے ہیں، جس کا بعض اوقات وہ اپنے اشارے سے جواب دیتا ہے، اور بعض اوقات الفاظ سے جواب دیتا ہے، اور بعض اوقات وہ فرشتے اس سے خطاب کرتے ہیں، اور اس کو مبارک باد دیتے ہیں، اس سلسلے میں مختلف قسم کی روایات موجود ہیں، جن کو شمار کرنا مشکل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف، سورہ واقعہ میں مذکور اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ ''**فلولا إذا بلغت الحلقوم ،وأنتم حينئذ تنظرون،ونحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون** ''یعنی ہمارے فرشتے اور ہمارے قاصد اس (مرنے والے) کے بہت قریب ہوتے ہیں، لیکن تم ان کو دیکھ نہیں پاتے، اور اللہ تعالیٰ کا سورہ انعام میں ارشاد ہے کہ ''**ولو ترى إذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم أخرجوا أنفسكم اليوم** ''(یعنی''اور کاش تم دیکھو جب ظالم لوگ موت کی

سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور فرشتے پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، ان کی طرف، اپنے ہاتھ کہ نکالو اپنی جانیں'') پس یہ پہلا معاملہ ہے، جو دارِ دنیا میں پیش آتا ہے، مگر ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا، پھر وہ فرشتے اس کی روح کو نکالتے ہیں، جس میں (نیک شخص ہو، تو) روشنی ہوتی ہے، سورج کی روشنی کی طرح اور اس میں خوشبو ہوتی ہے، مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ، اس کا بھی حاضرین مشاہدہ نہیں کر پاتے (تو پھر اس کے بعد آنے والے قبر و برزخ کے مراحل کا وہ عادتاً کیسے مشاہدہ کر پائیں گے) (التنویر شرح الجامع الصغیر)

معلوم ہوا کہ موت کے بعد، بلکہ موت کے وقت پیش آنے والے حالات، روح اور اس کے واسطہ سے جسم پر اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہر شخص کو اس کے حسبِ اعمال، اور حسبِ مشیتِ الٰہی پیش آتے ہیں، اور ان کو اللہ نے عام انسانوں کی نظروں سے مخفی رکھ دیا ہے، جس میں عظیم حکمت ہے، اور دنیا میں اس کو سمجھنے کی قریبی نظیر نیند اور خواب ہے۔

پس جس طرح دنیا میں سونے والے کو خواب میں ہونے والی تکلیف، روح کو اور اس کے واسطے سے جسم کو پہنچتی ہے، اور جسم پر اس کا اثر دیکھنے والے کو عادتاً نظر نہیں آتا، یہی حال موت کے بعد پیش آنے والے حالات کا بھی ہے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نیند اور خواب کی تکلیف، روحانی اور جسمانی ہوتی ہے، اور اس کی مراد یہ ہو کہ روح کے واسطے سے جسم بھی اس تکلیف میں حسبِ شان شریک ہوتا ہے، تو اس کی تغلیط و تردید نہیں کی جائے گی، اسی طرح اہلُ السنۃ کے اس قول کی بھی تردید و تغلیط نہیں کرنی چاہیے کہ برزخ و قبر کا عذاب روح کو ہوتا ہے، اور جسم بھی اس کے ساتھ حسبِ شان شریک ہوتا ہے، یا یہ عذاب روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ تعبیرات کے تھوڑا سا مختلف ہونے سے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ مباحثہ و مجادلہ پر اتر آتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہونے لگ جاتے ہیں۔

اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

سائنس اور فلکیات کی اہمیت

(10-ربیع الآخر-1443ھ)

پوری کائنات کے علم کو ''علمُ الکائنات''(Cosmology) کہا جاتا ہے۔

اور موجودہ سائنسی دنیا میں فلکیات، یعنی سِتاروں کا قانون (Astronomy) قُدرتی علوم کی ایک ایسی شاخ ہے، جس میں اجرامِ فلکی (مثلاً، چاند، سیارے، ستارے، سحابیے، کہکشاں، وغیرہ) اور زمینی کرۂ ہوا کے باہر رُونما ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، جس میں آسمان پر نظر آنے والے اجسام کے آغاز، ارتقاء اور طبعی وکیمیائی خصوصیات کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔

آج کل فلکیات میں ''نظامِ شمسی''(Solar System) کو بڑی اہمیت حاصل ہے''نظامِ شمسی'' دراصل سورج اور ان تمام اجرامِ فلکی کے مجموعے کو کہا جاتا ہے، جو براہ راست، یا بالواسطہ طور پر سورج کی ثقلی گرفت میں ہیں، سورج کو''نظامِ شمسی'' کا مرکزی ستارہ اور اس کا سب سے اہم حصہ شمار کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں فلکیات کے علم کو اللہ تعالیٰ کی معرفت وپہچان کا اہم ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۵۴)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے پیدا کیا آسمانوں کو، اور زمین کو، چھ دنوں

www.idaraghufran.org

میں، پھر مستوی ہوا وہ عرش پر، ڈھانپ دیتا ہے وہ رات کو دن پر، دن، رات کے پیچھے آتا ہے دوڑتا ہوا، اور (تمہارے رب نے پیدا کیا) سورج اور چاند اور ستاروں کو، جو مسخر ہیں اللہ کے حکم سے، خبردار! اُسی (اللہ) کے لیے ہے مخلوق، اور حکم، بابرکت ہے اللہ، جو تمام عالموں کا رب ہے (سورہ اعراف)

امام فخرُالدین رازی (المتوفیٰ: 606 ہجری) نے سورہ اعراف کی مذکورہ آیت کے ذیل میں آج سے آٹھ سو سال پہلے، جو کچھ فرمایا تھا، اس کا اگر ہمیں پہلے سے ادراک ہو جاتا، تو موجودہ سائنس اور فلکیات، کفار کے ہاتھوں کا تختۂ مشق نہ ہوتے، اور اس سلسلہ میں مسلمان، کائنات اور فلکیات کے خالق و مالک کے دلائل و براہین کو اس ذریعہ سے مبرہن کر چکے ہوتے۔

چنانچہ امام رازی نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا کہ:

وربما جاء بعض الجهال والحمقى وقال إنك أكثرت فى تفسير كتاب الله من عليم الهيئة والنجوم، وذلك على خلاف المعتاد! فيقال لهذا المسكين :إنك لو تأملت فى كتاب الله حق التأمل لعرفت فساد ما ذكرته.

وتقريره من وجوه :الأول :أن الله تعالى ملأ كتابه من الاستدلال على العلم والقدرة والحكمة بأحوال السموات والأرض، وتعاقب الليل والنهار، وكيفية أحوال الضياء والظلام، وأحوال الشمس والقمر والنجوم، وذكر هذه الأمور فى أكثر السور وكررها وأعادها مرة بعد أخرى، فلو لم يكن البحث عنها، والتأمل فى أحوالها جائزا لما ملأ الله كتابه منها .

والثانى :أنه تعالى قال"أفلم ينظروا إلى السماء فوقهم كيف بنيناها وزيناها وما لها من فروج" فهو تعالى حث على التأمل فى أنه كيف بناها ولا معنى لعلم الهيئة إلا التأمل فى أنه كيف بناها وكيف خلق كل واحد منها .

والثالث :أنه تعالى قال"لخلق السماوات والأرض أكبر من خلق

الناس ولكن أكثر الناس لا يعلمون " فبين أن عجائب الخلقة وبدائع الفطرة في اجرام السموات أكثر وأعظم وأكمل مما في أبدان الناس، ثم إنه تعالى رغب في التأمل في أبدان الناس بقوله" وفي أنفسكم أفلا تبصرون" فما كان أعلى شأنا وأعظم برهانا منها أولى بأن يجب التأمل في أحوالها ومعرفة ما أودع الله فيها من العجائب والغرائب .

والرابع :أنه تعالى مدح المتفكرين في خلق السموات والأرض فقال" ويتفكرون في خلق السماوات والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلا " ولو كان ذلك ممنوعا منه لما فعل .

والخامس :أن من صنف كتابا شريفا مشتملا على دقائق العلوم العقلية والنقلية بحيث لا يساويه كتاب في تلك الدقائق، فالمعتقدون في شرفه وفضيلته فريقان :منهم من يعتقد كونه كذلك على سبيل الجملة من غير أن يقف على ما فيه من الدقائق واللطائف على سبيل التفصيل والتعيين، ومنهم من وقف على تلك الدقائق على سبيل التفصيل والتعيين، واعتقاد الطائفة الأولى وإن بلغ إلى أقصى الدرجات في القوة والكمال إلا أن اعتقاد الطائفة الثانية يكون أكمل وأقوى وأوفى .وأيضا فكل من كان وقوفه على دقائق ذلك الكتاب ولطائفه أكثر كان اعتقاده في عظمة ذلك المصنف وجلالته أكمل.

إذا ثبت هذا فنقول :من الناس من اعتقد أن جملة هذا العالم محدث وكل محدث فله محدث، فحصل له بهذا الطريق إثبات الصانع تعالى وصار من زمرة المستدلين، ومنهم من ضم إلى تلك الدرجة البحث عن أحوال العالم العلوي والعالم السفلي على سبيل التفصيل فيظهر له في كل نوع من أنواع هذا العالم حكمة بالغة وأسرار عجيبة، فيصير ذلك جاريا مجرى البراهين المتواترة والدلائل المتوالية على عقله، فلا يزال ينتقل كل لحظة ولمحة من برهان إلى برهان آخر، ومن دليل

www.idaraghufran.org

إلى دليل آخر، فلكثرة الدلائل وتواليها أثر عظيم في تقوية اليقين وإزالة الشبهات .

فإذا كان الأمر كذلك ظهر أنه تعالى إنما أنزل هذا الكتاب لهذه الفوائد والأسرار لا لتكثير النحو الغريب والاشتقاقات الخالية عن الفوائد والحكايات الفاسدة، ونسأل الله العون والعصمة.

المسألة الرابعة :الأمر المذكور في قوله :مسخرات بأمره قد فسرناه بما سبق ذكره، وأما المفسرون فلهم فيه وجوه :أحدها :المراد نفاذ إرادته لأن الغرض من هذه الآية تبيين عظمته وقدرته، وليس المراد من هذا الأمر الكلام، ونظيره في قوله تعالى"فقال لها وللأرض ائتيا طوعا أو كرها قالتا أتينا طائعين"

وقوله"إنما قولنا لشيء إذا أردناه أن نقول له كن فيكون"ومنهم من حمل هذا الأمر على الأمر الثاني الذي هو الكلام، وقال :إنه تعالى أمر هذه الأجرام بالسير الدائم والحركة المستمرة.

المسألة الخامسة :أن الشمس والقمر من النجوم فذكرهما ثم عطف على ذكرهما ذكر النجوم والسبب في إفرادهما بالذكر أنه تعالى جعلهما سببا لعمارة هذا العالم، والاستقصاء في تقريره لا يليق بهذا الموضع، فالشمس سلطان النهار، والقمر سلطان الليل، والشمس تأثيرها في التسخين والقمر تأثيره في الترطيب، وتولد المواليد الثلاثة (أعني المعادن والنبات والحيوان) لا يتم ولا يكمل إلا بتأثير الحرارة في الرطوبة .ثم إنه تعالى خص كل كوكب بخاصة عجيبة وتدبير غريب لا يعرفه بتمامه إلا الله تعالى، وجعله معينا لهما في تلك التأثيرات والمباحث المستقصاة في علم الهيئة تدل على أن الشمس كالسلطان، والقمر كالنائب وسائر الكواكب كالخدم، فلهذا السبب بدأ الله سبحانه بذكر الشمس وثنى القمر ثم أتبعه بذكر سائر النجوم

www.idaraghufran.org

(التفسیر الکبیر،لفخر الدین الرازی، ج ۱۴، ص ۲۷۵،سورۃ الاعراف)

ترجمہ: اور بعض جہلاء اور احمق لوگ آ کر یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ کی کتاب کی تفسیر میں علمِ ہیئت اور علمِ فلکیات کو بہت کثرت سے بیان کیا ہے، جو کہ دوسرے مفسرین کی عادت کے خلاف ہے؟

تو اس مسکین کو جواب میں کہا جائے گا کہ اگر تم اللہ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) میں اس طرح غور کر لیتے، جس طرح غور کرنے کا حق ہے، تو آپ نے جو کچھ ذکر کیا، یقیناً اس کے غلط ہونے کو پہچان لیتے۔

اور اس کی تقریر چند طریقوں سے ہے۔

پہلی تقریر یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو علم اور قدرت اور حکمت پر آسمانوں اور زمین کے احوال اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے تعاقب اور روشنی اور اندھیروں کے احوال کی کیفیت اور سورج اور چاند اور ستاروں کے احوال کے استدلال سے بھر دیا ہے، اور ان چیزوں کو اکثر ذکر فرمایا ہے، اور بار بار اور یکے بعد دیگرے ان کا ذکر فرمایا ہے، تو اگر ان کے متعلق بحث کرنا، اور ان کے احوال میں غور و فکر کرنا، جائز نہ ہوتا، تو اللہ اپنی کتاب کو ان چیزوں سے نہ بھرتا۔

اور دوسری تقریر یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے (سورہ قٓ میں) یہ فرمایا کہ ''کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے آسمان کی طرف، جو اُن کے اوپر ہے کہ کیسے بنایا ہم نے اس کو، اور کیسے مزین کیا ہم نے اس کو (ستاروں سے) اور نہیں ہے آسمان میں کوئی دراڑ'' پس اللہ تعالیٰ نے اس چیز پر ابھارا ہے کہ وہ آسمان کے بنانے کی کیفیت میں غور و فکر کریں، اور علمِ ہیئت (وعلمُ الفلک) کا مطلب صرف یہی ہے کہ آسمان کی بناء کی کیفیت اور ان میں سے ہر ایک کی پیدائش کی کیفیت میں غور و فکر کیا جائے۔

اور تیسری تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ غافر میں) فرمایا کہ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش زیادہ بڑی ہے، لوگوں کی پیدائش سے، اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں''

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے اجرام میں پیدائش کے عجائب، اور فطرت کے غرائب کے متعلق یہ واضح فرمادیا کہ یہ زیادہ اور عظیم اور زیادہ کامل ہیں، اُن عجائب اور غرائب سے، جو لوگوں کے ابدان میں پائے جاتے ہیں (یعنی علمُ الفلک کی اہمیت، اس جہت سے، اس میڈیکل سائنس کے مقابلہ میں زیادہ ہے، جس کا تعلق انسانوں وغیرہ کے جسم سے ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ابدان میں غور و فکر کی (سورہ ذاریات میں) ان الفاظ میں ترغیب دی ہے کہ ''اور اپنے آپ میں (غور کرو) کیا پس تم بصیرت حاصل نہیں کرتے'' تو جو چیز انسانوں کے ابدان سے زیادہ عالی شان ہو، اور زیادہ بڑی ہو، برہان اور دلیل کے اعتبار سے، وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس کے احوال میں غور و فکر واجب ہو، اور ان چیزوں کی معرفت واجب ہو، جو اللہ تعالیٰ نے ان میں عجائب اور غرائب، ودیعت فرمائے ہیں (تاکہ عالمِ اکبر کی پیدائش سے عالمِ اصغر کی پیدائش کے مقصود پر استدلال کرنا، آسان ہوجائے)

اور چوتھی تقریر یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ آلِ عمران میں) فرمایا کہ ''اور غور و فکر کرتے ہیں، وہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! نہیں پیدا کیا تو نے اس کو بے کار'' اور اگر یہ چیز ممنوع ہوتی، تو اللہ تعالیٰ اس میں غور و فکر کرنے والوں کی تعریف نہ فرماتا۔

اور پانچویں تقریر یہ ہے کہ جس نے ایسی کتاب تصنیف کی، جو علومِ عقلیہ اور نقلیہ کے دقائق پر مشتمل ہو، اس طور پر کہ کوئی کتاب ان دقائق میں اس کے مقابلہ کی نہ ہو، تو اس کتاب کے شرف اور فضیلت میں اعتقاد رکھنے والوں کے دو فریق ہیں۔

ایک فریق تو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کی شرافت اور فضیلت مکمل طریقہ پر ہے، لیکن وہ اس میں موجود دقائق اور لطائف سے تفصیل اور تعیین کے ساتھ واقف نہیں ہوا۔

اور دوسرا فریق وہ ہے، جو ان دقائق پر تفصیل اور تعیین کے ساتھ واقف ہوجاتا ہے۔

www.idaraghufran.org

اور پہلے فریق کا اعتقاد اگرچہ قوت اور کمال میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہے، مگر دوسرے فریق کا اعتقاد زیادہ کامل اور زیادہ قوی اور زیادہ بھرپور ہوتا ہے، نیز ہر وہ شخص کہ جو اس کتاب کے دقائق اور اس کے لطائف پر زیادہ مطلع ہو، تو اس مصنف کی عظمت اور اس کی جلالتِ شان کے متعلق اس کا اعتقاد زیادہ ہوتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ بعض لوگ وہ ہیں، جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ پورا عالم حادث ہے، اور ہر حادث چیز کو حادث کرنے (یعنی وجود عطاء کرنے اور فناء کرنے) والا ہوتا ہے، پس اس طریقہ سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے، اور یہ شخص (عقلی وسائنسی اعتبار سے) استدلال کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے، اور بعض لوگ وہ ہیں، جو اس درجہ کی طرف عالمِ علوی اور عالمِ سفلی کے احوال کو تفصیلی طریقہ پر شامل کرلیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ان کے لیے اس عالم کی انواع میں سے ہر نوع میں حکمتِ بالغہ اور اسرارِ عجیبہ ظاہر ہوجاتے ہیں، پھر یہ انتہائی مضبوط متواتر دلائل اور پے درپے عقلی دلائل کے قائم مقام ہوجاتا ہے، پھر ہر لحظہ اور ہر لمحہ ایک برہان اور دلیل سے، دوسرے برہان اور دلیل کی طرف انتقال ہوتا رہتا ہے، پس دلائل کی کثرت اور ان کے پے درپے ہونے کی وجہ سے (اللہ کی وجود و وجوب اور اس کی صفاتِ عالیہ سے متعلق) یقین کو تقویت حاصل ہوتی رہتی ہے، اور شبہات کا ازالہ ہوتا رہتا ہے۔

پس جب صورتِ حال یہ ہے، تو اس سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ان فوائد اور اسرار کے لیے نازل کیا ہے، نحو کے عجیب وغریب، اور صرف کے ان قواعد کے لیے نازل نہیں کیا، جو اِن فوائد سے خالی ہیں، اور فاسد حکایات کے لیے بھی نازل نہیں کیا، ہم اللہ سے مدد اور حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''مسخرات بأمرہ'' میں جس حکم کا ذکر کیا گیا ہے، تو ہم پہلے اس کی تفسیر کرچکے ہیں، اور مفسرین کی اس کے متعلق چند وجوہات ہیں۔

پہلی یہ کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا نفاذ ہے، کیونکہ اس آیت کی غرض اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کو بیان کرنا ہے، اور اس امر سے مراد، کلام کرنا نہیں ہے، جس کی نظیر (سورہ فصلت میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ''فقال لها وللأرض ائتيا طوعا أو كرها قالتا أتينا طائعين ''اور (سورہ نحل میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''إنما قولنا لشيء إذا أردناه أن نقول له كن فيكون '' بھی اس کی نظیر ہے۔

اور بعض نے اس امر کو دوسرے حکم پر محمول کیا ہے، جس سے مراد کلام ہے، اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجرام (یعنی ستاروں وسیاروں) کو یہ حکم فرمایا کہ وہ (تا حکمِ ثانی) ہمیشہ چلتے رہیں، اور برابر حرکت میں رہیں۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ستاروں میں سے سورج اور چاند کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، پہلے ان دونوں کا ذکر کیا، پھر ان دونوں کے ذکر پر ستاروں کا عطف کر کے ذکر فرمایا، سورج اور چاند کو الگ سے ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو اس عالم کی عمارت وآبادی کا سبب بنایا ہے، جس کی تقریر کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، پس سورج، دن کا بادشاہ ہے، اور چاند، رات کا بادشاہ ہے، اور سورج کی تاثیر گرم کرنے اور پکانے کی ہے، اور چاند کی تاثیر تر کرنے کی ہے، اور تینوں موالید (یعنی معادن، اور نبات اور حیوان) کی ولادت، رطوبت میں حرارت کی تاثیر سے ہی مکمل اور پوری ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہر ستارے کی عجیب وغریب خاصیت اور تدبیر کو مختص کر دیا ہے، جس کو مکمل طریقہ پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کا ان تاثیرات میں اور علمِ ہیئت کی تفصیلی مباحث میں معین ومددگار بنا دیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ سورج بادشاہ کی طرح ہے، اور چاند اس کے نائب (اور وزیر) کی طرح ہے، اور تمام ستارے خادموں کی طرح ہیں، پس اس وجہ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے پہلے سورج کا ذکر فرمایا، اور پھر چاند کا ذکر فرمایا، پھر اس کے بعد تمام ستاروں کا ذکر فرمایا

(تفسیرِ کبیر)

www.idaraghufran.org

امام فخر الدین رازی کا یہ کلام اس زمانے سے متعلق ہے، جب سائنسی دنیا نے اتنی ترقی اور تحقیق نہیں کی تھی، جو موجودہ زمانے میں ہو چکی ہے، لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس کائنات کے عجائبِ قدرت کی تحقیق اور اس میں غور وفکر سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور ان کی جگہ غیر مسلم سائنس دانوں نے قبضہ جمالیا، اور اب موجودہ دور کے مسلمان، سائنس سے بہت دور ہو گئے، جبکہ سائنسی عجائب، اللہ کی قدرت اور اسلام کی حقانیت کا بہت بڑا ذریعہ بن کر اسلام کی نشر واشاعت کا بڑا سبب بن سکتے تھے۔

اور مسلمانوں کی عبادات، نماز، روزہ وغیرہ کے اوقات کو جانچنے، اور اس پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے مجتمع ہونے کا ذریعہ بن سکتے تھے، جس پر آج مسلمانوں کا دنیا میں طرزِ عمل جگ ہنسائی سے کم نہیں، جو سائنس دانوں کو فطرت سے دور محسوس ہوتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں ان کو شریعت کی طرف کشش نہیں ہو پاتی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے ورثہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

مقالات و مضامین مولانا شعیب احمد

توہینِ مذہب کے عنوان سے تشدد

ہمارے ملکِ پاکستان میں توہینِ مذہب کے نام پر، گستاخیِ رسول کے عنوان سے اور غیرت کے نام پر مرنے مارنے کے واقعات وقتاً فوقتاً رونما ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسی طرح افسوسناک ہے جیسے نسلی، لسانی، سیاسی اور دیگر گروہی بنیادوں پر قتل و غارت گری کے واقعات کا نہ ختم ہونے والا افسوسناک سلسلہ یہاں بپا ہے۔ اس نوعیت کے واقعات کا ایک بڑا اور بنیادی سبب ریاست کی کمزور رٹ، لاقانونیت اور انصاف کی فراہمی میں تاخیر در تاخیر کی روش ہے۔ جبکہ بالائی طبقہ اشرافیہ، بااثر افراد اور ایلیٹ کلاس طبقہ کے لیے تو آئین و قانون جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی ہے، جو ہمیشہ ان کے اغراض و مفادات کے تابع رہتی ہے۔ ایسے میں عوام کا جو ذہن و مزاج بنا، وہ ظاہر و باہر ہے اور اس نوعیت کے واقعات و حادثات اسی کا کڑوا پھل ہیں۔

ورنہ امرِ واقعہ یہ کہ جب کوئی ریاست موجود ہو یا کسی جگہ ایک حکومت قائم ہو تو وہاں مجرموں کو سزا دینا کسی فردِ واحد یا عوام الناس کا کام نہیں ہوا کرتا بلکہ یہ ریاست اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مجرمین کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ عام لوگوں میں سے کسی کو بھی یہ اتھارٹی حاصل نہیں کہ وہ خود سے عدالت لگا کر جرم و سزا کے فیصلے کرنا شروع کر دیں۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دنیا کا کوئی قانون اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ یہ تفصیل تو اس صورت میں ہے کہ جب کوئی حقیقت میں مجرم قرار بھی پاتا ہو۔

جبکہ ہمارے یہاں تو معاملہ ہی مختلف ہے۔ اِدھر تو کسی بھی شخص پر گستاخی کا اگر ذرا سا شبہ بھی ہو جائے تو کچھ جذباتی قسم کے لوگ اپنی عدالت لگا کر اس کی سزا کا فیصلہ کر ڈالتے ہیں، اور ستم بالائے ستم کہ اپنے تئیں جسے وہ مجرم خیال کرتے ہیں اسے کسی قسم کی صفائی دینے کا موقع دینا بھی وہ گوارا نہیں کرتے، مبادا کہیں یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ حقیقی مجرم نہیں اور ایک انسانی جان ضائع کرنے کا ''قیمتی'' موقع ہاتھ سے نکل جائے۔ گویا انسانی جان اتنی سستی ہے کہ کسی بھی شاہراہ یا چوراہے پر

www.idaraghufran.org

اسے یوں شبہات کی بناء پر ختم کر دینا معمولی سی بات ہے۔

تم سے نہ کوئی سوال کرے　　　نہ ظلم کو جرم خیال کرے

اس دیس میں جو بھی جب چاہے　　　لاشوں کو یوں پامال کرے

ظلم و ناانصافی کی ایک تاریکی ہے کہ جو چھائی ہوئی ہے۔ایک جذباتیت ہے کہ جو ہمارے یہاں ایک مخصوص طبقہ پر غالب ہے۔

ابھی حال ہی میں جو سانحہ ہمارے ملک میں پیش آیا، وہ ایک ظالمانہ اور وحشیانہ فعل تھا۔جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔اولاً ایک معاہد غیر ملکی کو ناحق قتل کیا گیا اور جب اس سے بھی اپنے انتقام کی تسکین نہ ہوئی تو اس انسانی نعش کی بے حرمتی کر کے اپنے غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کیا گیا۔آپ اس حوالہ سے صرف دو احادیث ملاحظہ کر لیجیے اور پھر اس کے بعد اس فیصلہ کا اختیار آپ کو ہے کہ عشقِ رسول کا جھوٹا نعرہ لگا کر یہ قدم اٹھانے والے اور ناموسِ رسالت کی آڑ میں یہ گھناؤنا کھیل کھیلنے والے لوگ رسول اللہ کی تعلیمات پر کتنے عمل پیرا ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو فرمان ہے کہ:

”أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (سنن أبی داوٗد ، رقم الآیة : ۳۰۵۲ ، کتاب الخراج والامارة ،باب فی تعشیر أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات)

”خبردار! جس نے کسی غیر مسلم معاہد پر ظلم کیا یا اُس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اُس کی خوشدلی کے بغیر کوئی چیز اُس سے چھین لی تو قیامت کے دن میں اُس کی طرف سے حمایتی فریق بن کر آؤں گا“ (ابوداؤد)

معاہد ایسے کافر کو کہا جاتا ہے جو کسی اسلامی ملک سے ویزہ لے کر اس ملک میں رہائش پذیر ہو۔ایسے غیر مسلم کے بھی اسلام نے حقوق بتلائے ہیں اور ناحق اس کو تکلیف اور اذیت دینے پر رسول اللہ نے قیامت کے دن اس کی جانب سے جھگڑا کرنے کی خبر دی ہے۔جب فقط ظلم و ستم اور اذیت پہنچانے پر اتنی بڑی وعید سنائی گئی تو ذمی یا معاہد کو بلاوجہ قتل کر دینا تو پھر بہت ہی بڑی جسارت ہے۔

پھر اسی طرح اسلامی تعلیمات کی رُو سے انسانی نعش کی بے احترامی کرنے کی بھی قطعاً اجازت نہیں۔ اسوۂ رسول سے تو انسانی میت اور جنازہ کے احترام کا درس ہمیں ملتا ہے، خواہ کسی معاہد یا ذمی غیر مسلم کی ہی میت کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ گزرا۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ یہ تو ایک یہودی کی میت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

" أَلَيْسَتْ نَفْسًا " (صحيح البخارى، رقم الحديث : ۱۳۱۲ ، كتاب الجنائز ، باب من قام لجنازة يهودى)

''تو کیا انسان نہیں ہے؟'' (بخاری)

رسول اللہ نے تو غیر مسلم کے جنازہ کا بھی احترام ملحوظ رکھا اور اپنی امت کو احترامِ آدمیت کا درس دیا، جبکہ ایک یہ شدت پسند مسلمانوں کا گروہ ہے کہ جس نے انسانی نعش کی بے حرمتی کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کی۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرزِ عمل کے آئینہ میں اُس طبقہ کو اپنے خدوخال ضرور دیکھنے چاہئیں، جس نے ایک ناحق قتل کے بعد انسانی نعش کی بے حرمتی بھی کی۔

ہمیں اب ہر حال میں جذباتیت کے اس سیلاب سے نکلنا ہوگا اور عشقِ رسول اور ناموسِ رسالت کے نام پر گرم ہوئے بازارِ قتل کو اب ختم کرنا ہوگا، ورنہ خاکم بدہن یہ سلسلہ کہیں رکنے والا نہیں۔ بلکہ اب تو ایسے واقعات بھی پڑھنے اور سننے میں آئے ہیں کہ توہینِ مذہب اور ناموسِ رسالت کی آڑ میں کئی لوگوں نے دوسروں سے اپنی ذاتی دشمنی کا بدلہ لیا اور یوں اپنی خاندانی رقابت اور کاروباری چپقلش کا انتقام بھی پورا ہوا اور لوگوں کی نظروں میں ایک مجرم کی بجائے ہیرو بھی بن گئے۔ ع

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

اس باب میں جہاں سنجیدہ اور باشعور عوام کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا وہیں اربابِ اختیار کو بھی اس حوالہ سے قانون کی عملداری تیز اور آسان بنانا لازمی ہے تاکہ عوام کو اس بات کا یقین اور اطمینان رہے کہ گستاخِ رسول یا توہینِ مذہب کے حقیقی مجرم کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جائے گی۔ لہٰذا ہمیں قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی کوئی حاجت نہیں۔

www.idaraghufran.org

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ شوال: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ شوال ۹۵۳ھ: میں حضرت شیخ علی بحیری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ص ۲۲۰)

□......ماہِ شوال ۹۵۴ھ: میں حضرت شیخ شاہین بن عبد اللہ جرکسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲ص ۱۴۹)

□......ماہِ شوال ۹۶۷ھ: میں حضرت شمس الدین محمد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۶۹)

□......ماہِ شوال ۹۷۰ھ: میں حضرت شیخ مولانا عبد المومن بن محمد بن خلیل چشتی اکبر آبادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۳۸۰)

□......ماہِ شوال ۹۷۱ھ: میں حضرت احمد بن محمد بن رجب بن شریح بن سعید دمشقی سویدی حورانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۹۱)

□......ماہِ شوال ۹۷۴ھ: میں حضرت شمس الدین محمد عسکری صالحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۷۱)

□......ماہِ شوال ۹۷۸ھ: میں حضرت مفتی بہاء الدین بن شمس الدین قرشی ملتانی اکبر آبادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۳۲۰)

□......ماہِ شوال ۹۷۸ھ: میں حضرت احمد بن عبد اللہ آفندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(شذرات الذہب فی أخبار من ذہب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ ص ۵۶۴)

□......ماہِ شوال ۹۸۳ھ: میں حضرت شیخ مبارک بن خیر الدین محمدی ماہلی جون پوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۴۰۲)

□......ماہِ شوال ۹۸۶ھ: میں حضرت شیخ ابو المکارم بن مبارک ناکوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۴۷۶)

□......ماہِ شوال ۹۸۸ھ: میں حضرت محمد بن یوسف بن محمد بن حامد بن ابی المحاسن مغربی فاسی

www.idaraghufran.org

قصری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

(خلاصة الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر لمحمد امین الحموی الدمشقی، ج۴ص ۲۷۳)

□......ماہِ شوال ۹۹۱ھ: میں حضرت زین الدین عبداللطیف بن ابی بکر بن عبدالقادر بن ابی بکر بن ابراہیم بن منجک رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۵۳)

□......ماہِ شوال ۹۹۴ھ: میں حضرت شیخ یوسف بن عبداللہ تمیمی انصاری اکبرآبادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزھة الخواطر وبھجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۴۴۶)

□......ماہِ شوال ۹۹۷ھ: میں حضرت قاضی نورالدین محمود بن عبدالقادر جالقی عسکری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۸۳)

جلد17

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...گاؤں میں جمعہ
(2)...عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم
(3)...عید کے اہم مسائل
(4)...نمازِ عید، باجماعت اور تنہاء پڑھنے کا حکم

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

علم کے مینار
مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط11)

فقہ حنفی کے وہ متون کہ جن میں فقہی جزئیات کو مختصر انداز میں یکجا کر دیا گیا ہے، یا پھر ان کتابوں میں فقہ حنفی کی امہاتُ الکتب، متونِ معتمدہ وغیرہ ذالک کے مسائل کو متون کی طرز پر جمع کر دیا گیا ہے، کو ''جامع متون'' کہا جاتا ہے، جن میں متاخرین کی بہت سی کتب شامل ہیں، جن میں سے چند کا ذکر گزشتہ قسط میں گزر چکا ہے، ذیل میں مزید کتب ذکر کیا جاتا ہے۔

(6)......تنویرُ الابصار

اس کتاب کا پورا نام ''تنویرُ الابصار وجامعُ البحار'' ہے، فقہ حنفی کے انتہائی مختصر ترین متون میں سے ہے، اور فقہ حنفی کے مشہور امام علامہ تمرتاشی کی تالیف ہے، جن کا پورا نام ''شمس الدین محمد بن عبداللّٰہ غزنی التمرتاشی الحنفی '' (متوفیٰ: 1004ہجری) ہے، علامہ تمرتاشی اپنے زمانہ کے امامِ کبیر اور فقہاء حنفیہ میں سے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے شہر غزہ میں اپنے والد سے حاصل کی، اور پھر قاہرہ تشریف لے گئے، جہاں علامہ ابن نجیم مصری (صاحبِ البحر الرائق) امین الدین بن عبدالعالی اور علی بن حنائی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ نے ''تنویرُ الابصار ''میں فقہ حنفی کے متونِ معتبرہ کے مسائل کو جمع فرمایا، جن کی عام طور پر قضاء اور فتویٰ میں ضرورت پڑتی تھی، اور اس سلسلہ میں بڑی بڑی کتبِ فقہ میں جو مسائل منتشر تھے، ان کو بھی جمع فرما کر ایک نہایت ہی مختصر کتاب کی صورت میں پیش فرمایا، جس کی وجہ سے یہ سہولت پیدا ہوگئی کہ جن مسائل کو دیکھنے کے لیے کئی جلدوں پر مشتمل کتابوں کو دیکھنا پڑتا تھا، اب اس مختصر کتابچہ اور رسالہ کے ذریعے، ان مسائل کو پڑھا اور یاد کیا جانے لگا۔

چنانچہ علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ نے خود اس کتاب کی شرح بھی لکھی، جس کا نام ''منحُ الغفار'' رکھا، لیکن اس شرح کو وہ قبولیت حاصل نہ ہوسکی، جو علامہ حصکفی رحمہ اللہ کی ''الدرُ المختار'' کو حاصل

www.idaraghufran.org

ہوئی (کشف الظنون، ج ۱، ص ۵۰۱، باب التاء) [1]

الدر المختار شرح تنویر الأبصار:

یہ کتاب ''محمد بن علی علاء الدین الحصکفی '' (المتوفی:1088) رحمہ اللہ کی تالیف کردہ ہے، جو کہ علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ کی ''تنویرُ الابصار '' کی شرح ہے، علامہ حصکفی رحمہ اللہ فقہ حنفی کے مشہور امام، فقیہ اور شام کے مفتی تھے۔

علامہ تمرتاشی کی ''تنویرُ الابصار '' کی شروحات میں سے اگر کسی شرح کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ قبولیت سے نوازا ہے، تو وہ وہ علامہ حصکفی رحمہ اللہ کی ''الدرُ المختار ''ہی ہے، یہاں تک کہ مصنف رحمہ اللہ کی اپنی تالیف کردہ شرح ''منحُ الغفار '' کو وہ مقام حاصل نہیں ہوا، جو علامہ حصکفی کی ''الدرُ المختار '' کو حاصل ہوا۔

کتاب کا پورا نام ''الدر المختار شرح تنویر الأبصار وجامع البحار '' ہے، ''درمختار'' کے نام سے بھی مشہور ہے، فتاویٰ کی صورت میں ہے، ''الدرُ المختار '' کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ بیک وقت یہ کتاب جامع ومختصر ہونے کے ساتھ ساتھ معتبر ومستند بھی مانی جاتی ہے، اسی وجہ سے بڑے بڑے علماء نے اس پر حواشی لکھے، فتاویٰ جات میں سے کوئی اور ایسا فتاویٰ نہیں کہ اس پر اس طرح شروع سے آخر تک حواشی لکھے گئے ہوں، اور ان میں بھی مشہور ترین حاشیہ ''علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ'' کا ہے۔ [2]

(الاعلام للزرکلی، ج۶، ص ۲۹۴، تحت الترجمة: علاء الدین الحصکفی. ۱۰۲۵ الی ۱۰۸۸ ھ)

---

[1] الشيخ الفقيه شمس الدين محمد بن عبد الله بن أحمد بن محمد بن إبراهيم التمرتاشي الغزى الحنفی ، صاحب "تنوير الأبصار ومجمع البحار "جمع فيه المتون المعتبرة، ثم شرحه وسماه "منح الغفار (سلم الوصول إلى طبقات الفحول، لحاجي خليفة، ج۳، ص ۱۵۵، رقم الترجمة: 4174، الاعلام للزركلى، ج۶، ص ۲۳۹، تحت الترجمة: ۹۳۹ الى ۱۰۰۴ ھ)

[2] چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی مقبولیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''یہ ایسی کتاب ہے، جس کو ملکوں میں اُڑتے ہوئے مقبولیت حاصل ہوئی، اور سورج کی مانند دنیا میں مشہور ہوئی، یہاں تک کہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے، اور سارے اسی کی طرف چل پڑے، اور ایسا کیوں نہ ہو؟! جب کہ وہ مذہب (حنفی) میں سونے کے مثل ہے، اس نے سارے مسائل (اصول وفروع) کو بہترین انداز میں اپنے اندر ایسا سمویا ہے کہ کسی اور کتاب میں ایسا نہیں دیکھا گیا'' (حاشية رد المحتار على الدر المختار، ج۱، ص۳)

اسی طرح صاحب درمختار نے بذات خود بھی اپنی اس تالیف کی تعریف کی ہے (مقدمه الدر المختار)

www.idaraghufran.org

رد المحتار:

یہ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی (متوفیٰ:1252ھ) کی نہایت عظیم الشان تالیف ہے، جو کہ ''درِ مختار'' کی شرح میں لکھی گئی ہے، کتاب کا پورا نام ''رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار'' ہے، اور اس طرح یہ کتاب دراصل تین کتابوں کے مجموعے کا نام ہے، پہلی ''تنویرُ الابصار'' علامہ تمرتاشی کی، دوسری کتاب ''الدرُ المختار'' علامہ حصکفی کی، جو کہ تنویرُ الابصار کی شرح میں لکھی گئی، ایک مختصر شرح ہے، اور تیسری کتاب ''ردُالمحتار'' جو کہ ''الدرُ المختار'' کی شرح میں لکھی گئی، جو کہ قدرِ مفصل کتاب ہے۔

علامہ شامی کی ''ردُالمحتار'' کو ''حاشیۃ ابن عابدین، فتاویٰ شامی'' وغیرہ مختلف ناموں سے بھی جانا جاتا ہے، فقہی مسائل کا ''انسائیکلوپیڈیا'' اور حنفی فقہ میں اعلیٰ درجہ کی کتاب شمار ہوتی ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی مذکورہ تالیف ''حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار'' قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ، اصحابِ مذہب کی آراء اور دیگر مذاہب کے اقوال سے سے لبریز ایک منفرد تالیف ہے، آپ مسائل کی تنقیح، مشائخ کے اقوال کے درمیان تطبیق، تصحیح وترجیح، اور مجملات کی تفسیر وتوضیح میں اپنی مثال آپ ہے، اور متاخرین کے لیے تحقیق و افتاء کا اہم مرجع ہے، خاص کر نئے مسائل کی تلاش، اور ان پر لکھنے والوں کے لیے معاون ومددگار کتاب ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب ہزار سالہ علماء کی تحقیقات کا نچوڑ ہے، تو بے جا نہ ہوگا، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنی اس تالیف میں راجح اور مفتی بہ اقوال کا تعین بھی کیا ہے، اور ہر موقع پر پچھلے علمائے کرام کی تحقیقات کو پیش فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں علامہ ابنِ ہمام (صاحبِ فتح القدیر) اور ان کے اصحاب علامہ قاسم اور ابنِ امیر حاج، اور علامہ حصکفی، علامہ رملی، ابنِ نجیم حنفی، شلبی دیگر معتبر اصحابِ فتویٰ پر اعتماد کیا ہے، جبکہ بعض دفعہ اپنی رائے کو بھی انتہائی عاجزی کے ساتھ ''قلت'' وغیرہ کے الفاظ سے درج کرتے ہیں، اور ساتھ ہی کتاب کے قاری کو بھی اس میں غور وفکر کا مشورہ دیتے ہیں (حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۴)

علامہ شامی مسائل کے ضمن میں جب کسی کا قول کو نقل کرتے ہیں، تو اس قول کو مع اصل عبارت کے

www.idaraghufran.org

متعلقہ کتاب کے حوالہ سے درج کرتے ہیں، تاکہ عبارات کی نقل میں خطاء کا امکان کم سے کم ہو، جو کہ انتہائی مشکل ہے، کیونکہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ناقل کسی قول یا عبارت کو پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے الفاظ میں نقل کر دیتا ہے، لیکن اس سے کبھی کبھار جملے کا معمولی سا مفہوم بدل جاتا ہے، جن کا اثر مخصوص باریکیوں کی صورت میں ظاہر ہے، لیکن بعض دفعہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ضرورت کے پیشِ نظر عبارات کا خلاصہ بھی ذکر کیا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ''فتاویٰ شامی'' کو وہ مقام عطا فرمایا، جو کم ہی دوسری کتابوں کے حصہ میں آیا۔

چنانچہ مولانا مفتی شفیع صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

''علامہ ابن عابدین شامی (رحمہ اللہ) انتہائی وسیع المطالعہ ہونے کے باوجود اس قدر تقوی شعار اور محتاط بزرگ ہیں کہ عام طور سے اپنی ذمہ داری پر کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنے سے پہلے کی کتابوں میں کسی نہ کسی کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں، اگر ان اقوال میں بظاہر تعارض ہو، تو ان کو رفع کرنے کے لیے بھی حتی الامکان کسی دوسرے فقیہ کے قول کا سہارا لیتے ہیں، اور جب تک بالکل مجبوری نہ ہو جائے، خود اپنی رائے ظاہر نہیں فرماتے، اور جہاں ظاہر فرماتے ہیں، وہاں بالعموم آخر میں تأمل یا تدبر کہہ کر خود بری ہو جاتے ہیں، اور ذمہ داری پڑھنے والے پر ڈال دیتے ہیں (البلاغ مفتی اعظم نمبر) [1]

---

[1] یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ ''تنویرُ الابصار، الدرُ المختار'' اور ''ردُ المحتار'' کے نام رکھنے کا بھی ایک خاص پس منظر ہے۔
علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ نے متونِ معتبرہ کے مسائل کو مختصر انداز میں یکجا کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے جن مسائل کو دیکھنے کے لیے بڑی بڑی کتبِ فقہ کو تلاش کرنا پڑتا تھا، اب اس مختصر متن میں دیکھا جانے لگا، اسی وجہ سے اس کا نام ''تنویرُ الابصار'' یعنی ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' رکھا گیا۔
پھر اس کی شرح علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے دس جلدوں میں لکھنے کا ارادہ کیا، لیکن جب لکھنے لگے، تو خیال آیا کہ (طوالت سے بچتے ہوئے) تفصیلی کتاب لکھنے کے بجائے ''چُنے ہوئے موتیوں'' کو جمع کر دیتا ہوں، اور پھر اسی مناسبت سے کتاب کا نام ''الدرُ المختار'' یعنی ''چُنے ہوئے موتی'' رکھا (الدر المختار شرح تنویر الابصار، ص۷)
چنانچہ علامہ شامی نے دیکھا کہ یہ ایک انتہائی مفید کتاب ہے، لوگ ہاتھ در ہاتھ اس کتاب کو لے رہے ہیں، لیکن اپنے اختصار کی وجہ سے طالبِ علم اسے پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہیں، اور تردد و شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تو علامہ شامی نے ارادہ کیا کہ طالبِ علموں کو اس کتاب کی طرف واپس لایا جائے، اس طرح انہوں نے اس کتاب پر ایک مکمل وضاحتی حاشیہ لکھا، جس کا نام ''رد المحتار علی الدر المختار'' رکھا، جس کا مطلب ''حیران و پریشان اور شک میں مبتلا طالبِ علم کو چُنے ہوئے موتیوں کی طرف واپس لانا'' (حاشیة رد المحتار علی الدر المختار، ج۱، ص۴)

www.idaraghufran.org

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ''الــدرُ الــمـختــار'' کی شرح فرماتے ہوئے، کچھ خاص اصطلاحات وعلامات کا بھی استعمال فرماتے ہیں، جیسا کہ جب علامہ شامی ''ح'' لکھتے ہیں، تو اس سے ان کی مراد امام حلبی کا قول ہوتا ہے، اور ''ط'' سے مراد امام طحطاوی کا قول مراد ہوتا ہے، اور ''ھـ'' سے ان کی مراد جو بات چل رہی ہو، اس کا اختتام ہوتا ہے، اور جب کسی قول، یا عبارت اس کے اصل الفاظ میں نقل نہیں فرماتے ہیں، بلکہ اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں، تو ''ملخصاً'' کا لفظ لکھتے ہیں، اور ''القاموس'' سے مراد ''فیروز آبادی'' (متوفیٰ: 817ھ) کی ''القاموسُ المحیط'' ہوتی ہے، اور جب ''مصنف'' یا ''شارح'' کا لفظ استعمال فرماتے ہیں، تو اس سے ان کی مراد بالترتیب علامہ تمرتاشی اور شارح علامہ حصکفی ہوتے ہیں۔ وغیرھا ذلک۔

(الاعلام للزرکلی، ج٦، ص ٤٢، تحت الترجمة: ابن عابدین. ١١٩٨ الی ١٢٥٢ھ)

(7)......غررُ الحکام

''غــررُ الأحکـام'' مشہور حنفی فقیہ ملا خسرو (متوفیٰ: 885ہجری) رحمہ اللہ کی تالیف ہے، فقہ حنفی کے مختصر ترین متون میں سے ایک ہے، مصنف رحمہ اللہ نے فقہی جزئیات کو مختصر انداز میں ذکر کرنے کے ارادے سے اس کتاب کو تالیف کیا، اور پھر فرصت کے لمحات میں اس کی شرح بھی لکھی، جس کا نام ''دررُ الحکام'' رکھا، اور اس طرح یہ کتاب آج ''درر الحکام فی شرح غرر الأحکام'' کے نام سے مشہور ومتداول ہے (کشف الظنون، ج٢، ص ١١٩٩، حرف الغین)

فقہی کتب میں ''غــررُ الأحکـام'' کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی کتاب کی متعدد شروحات لکھی گئیں، حاشیہ جات لکھے گئے، تعلیقات کا اضافہ کیا گیا، کتاب کے متن کو منظومات اور ابیات کی صورت میں درج کیا گیا، جن کے نام اور تفصیل ''کتبُ التراجم و الطبقات'' میں درج ہیں۔ جن میں علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ (متوفیٰ: 1069ہجری) کا حاشیہ سب سے مشہور ہے، جو کہ ''حاشیہ شرنبلالی'' کے نام سے مشہور ہے، علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ کے اس حاشیہ کو آپ کی زندگی میں ہی پذیرائی حاصل ہوگئی، اور یہ حاشیہ آج تک اس کتاب کے ساتھ شائع ہوتا چلا آ رہا ہے۔

(معجم المولفین، ج١١، ص ١٢٢ و ١٢٣، تحت الترجمة: ملا خسرو)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط62) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آمد ورفت اور رہائشی آزادی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہر ایک شخص کو آمد ورفت اور سکونت وخانہ آبادی کی آزادی حاصل تھی۔ تاہم دو صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک کا استثناء آپ رضی اللہ عنہ نے حکمتِ عملی اور دوسری کا فرمانِ نبوی کے تحت کیا۔ چنانچہ پہلی صورت یہ تھی کہ کبار صحابہ کرام کو آپ رضی اللہ عنہ نے شہر سے باہر سفر کرنے سے روک دیا تھا، الا یہ کہ آپ کی اجازت ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ چونکہ کبار صحابہ کرام سے حکومتی امور میں مشورہ کیا کرتے تھے، اس لیے یہ حکمت بھی آپ کے پیشِ نظر تھی کہ کبار صحابہ اگر شہر میں موجود ہوں گے، تو ان سے حکومتی معاملات میں مشورہ کیا جا سکے گا، اس طرح ان کی طرف بوقتِ ضرورت رجوع بھی کیا جا سکے گا۔

پھر ایک چیز یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیشِ نظر تھی، کہ کبار صحابہ کو دوسرے شہروں میں اگر بھیجنا ہو تو خلافتی فرمان دے کر اور انہیں کمانڈر بنا کر بھیجا جائے۔ اس سے دوسرے شہروں میں موجود فتنوں سے بھی امن رہے گا۔ [1]

---

[1] أمسک عمر كبار الصحابة فی المدينة ومنعهم من الذهاب إلى الأقطار المفتوحة إلا بإذن منه أو لمهمة رسمية كتعيين بعضهم ولاة أو قادة للجيوش وذلک حتى يتمكن من أخذ مشورتهم والرجوع إليها فيما يصادفه من مشاكل فی الحكم ويحول فی الوقت نفسه دون وقوع أية فتنة أو انقسام فی صفوف المسلمين فی حال خروجهم للأمصار واستقرارهم فيها، فقد كان من حكمته السياسية ومعرفته الدقيقة لطبائع الناس ونفسيتهم، أنه حصر كبار الصحابة فی المدينة، وقال: أخوف ما أخاف على هذه الأمة انتشاركم فی البلاد، وكان يعتقد أنه إذا كان التساهل فی هذا الشأن، نجمت الفتنة فی البلاد المفتوحة، والتفَّ الناس حول الشخصيات المرموقة، وثارت حولها الشبهات، وكثرت القيادات والرايات، وكان من أسباب الفوضى، لقد خشی عمر رضی الله عنه: من تعدد مراكز القوى السياسية والدينية داخل الدولة الإسلامية، حيث يصبح لشخص هذا الصحابی الجليل أو ذاک هالة من الإجلال والاحترام على رأيه، ترقى به إلى مستوى القرار الصادر من السلطة العامة، وتجنباً لتعدد مراكز القوى، وتشتت السلطة، فقد رأى عمر إبقاء كبار الصحابة، داخل المدينة يشاركونه فی صناعة القرار، ويتجنبون فوضى الاجتهاد الفردی، ولولا هذا السند الشرعی لكان القرار الصادر عن عمر – رضی الله عنه – غير مجد ولا ملزم لافتقاده لسببه الشرعی الذی يسوغه؛ إذ التصرف على الرعية منوط بالمصلحة(فصل الخطاب فی سيرة ابن الخطاب ص ١٦١ الفصل الثالث،المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

دوسری استثنائی صورت یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجران کے نصاریٰ اور خیبر کے یہودیوں کو عراق اور شام کی طرف جلاوطن کردیا۔اس کی ایک بنیادی وجہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِمًا (صحيح مسلم ج٣ص١٣٨٨ رقم الحديث ٦٣(١٧٦٧) كتاب الجهاد والسير،باب إخراج اليهود، والنصارى من جزيرة العرب)

ترجمہ: میں ضرور بالضرور یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا، یہاں تک کہ مسلمان کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا(مسلم)

بعض دیگر روایات میں یہ مضمون آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا،تو ان شاء اللہ میں ضرور بالضرور یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا۔ [1]

اور بعض روایات میں یہ مضمون آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے قبل مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینے کی وصیت فرمائی تھی۔ [2]

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب خیبر کے یہودیوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں موڑ دیئے اور اس جگہ کو اپنا وطن بنالیا،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

---

[1] عَنْ أَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَئِنْ عِشْتُ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَأُخْرِجَنَّ اليَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ(جامع الترمذى ج٤ص ١٥٦ رقم الحديث ١٦٠٦ ابواب السير،باب ما جاء فى إخراج اليهود والنصارى من جزيرة العرب)
قال الألباني: صحيح

[2] فَقَالُوا: هَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعُونِى، فَالَّذِى أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِى إِلَيْهِ، وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلاَثٍ: أَخْرِجُوا المُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ، وَأَجِيزُوا الوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ، وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ، وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ، سَأَلْتُ المُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ: فَقَالَ مَكَّةُ، وَالمَدِينَةُ، وَاليَمَامَةُ، وَاليَمَنُ، وَقَالَ يَعْقُوبُ وَالعَرْجُ أَوَّلُ تِهَامَةَ "(صحيح البخارى ج٤ص٦٩ رقم الحديث ٥٣٣٠ كتاب الجهاد والسير،باب: هل يستشفع إلى أهل الذمة ومعاملتهم وصحيح مسلم ج٣ص١٢٦٧ رقم الحديث ٢٠(١٦٣٧) كتاب الوصية،باب ترك الوصية لمن ليس له شيء يوصى فيه)

www.idaraghufran.org

خیبر کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کو عرب سے بدر کر دیا۔ [1]

بعض حضرات کو یہ شبہ پیش آ سکتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر کو سرزمینِ عرب سے نہیں نکالا، بلکہ ان کے ساتھ زمینی معاہدہ بھی کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کیوں عرب سے نکالا؟

تو سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رہے کہ اہلِ خیبر وغیرہ کو اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ دے کر خیبر میں رہنے کی اجازت دی تھی، مگر دیگر روایات میں اس بات کا بھی ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوں گے۔ [2]

اور دیگر روایات میں مشرکین اور یہود و نصاری کے عرب سے نکالے جانے کا ذکر اور حکم ہے۔

تو اول تو عرب میں اگرچہ غیر مسلم اور یہود و نصاریٰ رہ سکتے تھے، تاہم انہیں عرب کی سرزمین میں وطن بنانے سے منع کیا گیا تھا، اور اہلِ خیبر کے ساتھ معاملہ بھی صرف اس حد تک تھا کہ وہ زمینیں مسلمانوں کی ہوں گی، اور یہود محض ایک مزدور کی حیثیت سے کام کریں گے۔ (جاری ہے............)

---

[1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا فَدَعَ أَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَامَ عُمَرُ خَطِيبًا، فَقَالَ: إِنَّ [ص: رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ، وَقَالَ: نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللَّهُ وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى مَالِهِ هُنَاكَ، فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلاَهُ، وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرَهُمْ، هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلاَئَهُمْ، فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلَى ذَلِكَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِي أَبِي الحُقَيْقِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَامَلَنَا عَلَى الأَمْوَالِ وَشَرَطَ ذَلِكَ لَنَا، فَقَالَ عُمَرُ: أَظَنَنْتَ أَنِّي نَسِيتُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قَلُوصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ: كَانَتْ هَذِهِ هُزَيْلَةً مِنْ أَبِي القَاسِمِ، قَالَ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ، فَأَجْلاَهُمْ عُمَرُ، وَأَعْطَاهُمْ قِيمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ، مَالًا وَإِبِلًا، وَعُرُوضًا مِنْ أَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ (صحيح البخاری ج٣ص ١٩٢ رقم الحديث ٢٧٣٠ كتاب الشروط، باب إذا اشترط فی المزارعة إذا شئت أخرجتك)

[2] حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ آخِرُ مَا عَهِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ قَالَ " لَا يُتْرَكُ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ دِينَانِ (مسند احمد ج٤٣ ص ٣٧١ رقم الحديث ٢٦٣٥٢ مسند عائشة بنت الصديق رضى الله عنها)

قال شعيب الأرنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل ابن إسحاق، وهو محمد، وقد صرح بالتحديث عن صالح بن كَيْسان، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين. يعقوب: هو ابنُ إبراهيم بن سعد بن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف. (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

ٹوٹا ہوا برتن

پیارے بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص تھا۔ اس کے پاس دو برتن تھے، جن میں وہ پانی اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا تھا۔ اس کے پاس ایک موٹا بانس یا ڈنڈا تھا۔ اور اس بانس کے دونوں کناروں سے دو پانی کے برتن لٹکاتا، اور بانس کو اپنے کندھے پر اس طرح رکھتا تھا کہ ایک برتن ڈنڈے یا بانس کے ایک طرف اور دوسرا دوسرے کنارے پر آجاتا تھا۔

اس کے ایک برتن میں سوراخ تھا، اور دوسرا بالکل ٹھیک تھا۔ اس طرح جب وہ ندی سے پانی بھر کے پیدل چلتا ہوا لمبا سفر طے کر کے گھر پہنچتا، تو ایک برتن تو پانی سے بھرا ہوتا تھا، مگر دوسرا برتن آدھا ہوتا تھا۔

دو سال گزر چکے تھے، اور روزانہ وہ اسی طرح آتا اور پانی بھر کے لے جاتا تھا، اور اسی طرح ایک برتن سے اس کا پانی ضائع ہوتا رہتا تھا۔ اور جب وہ گھر پہنچتا، تو اس کے ایک برتن میں آدھا پانی ضائع ہو چکا ہوتا تھا، اور ایک برتن بھرا ہوا ہوتا تھا۔

کیوں نہیں، جو صحیح سالم برتن تھا، اسے بالکل صحیح بنایا گیا تھا اور وہ اپنے اوپر فخر کرتا تھا کہ وہ پانی ضائع نہیں کرتا اور اپنا کام پورا کرتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے برتن کو اپنے اوپر شرمندگی ہوتی تھی، اور اس بات پر افسوس ہوتا تھا کہ وہ پورا پانی نہیں پہنچا پاتا۔

دو سال بعد جب اس برتن نے دیکھا کہ وہ بری طرح ناکام ہوتا جا رہا ہے، اور پورا پانی پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا، تو اس نے پانی اٹھانے والے بوڑھے شخص سے بات کی، اور کہا:

”مجھے اپنے اوپر بہت شرمندگی ہے، اور میں آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔“

بوڑھے شخص نے پوچھا:

”کیوں؟ آپ کس بات پر اور کیوں شرمندہ ہو؟“

برتن نے جواب دیا:

www.idaraghufran.org

''گزشتہ دو سالوں میں میں اپنے اندر موجود صرف آدھا حصہ ہی پہنچا پاتا تھا۔اس وجہ سے کیونکہ میرے اندر سوراخ ہے،اور آدھا پانی راستے میں ہی ضائع ہو جاتا تھا، پھر جب آپ اپنے گھر پہنچتے تھے،تو صرف آدھا ہی باقی رہتا تھا۔صرف میری وجہ سے آپ کو زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے،اور پانی ضائع ہونے کی وجہ سے آپ کو بار بار آنا پڑتا ہے۔''

بوڑھے شخص نے اس کی بات سنی،تو اسے بھی اس بات کا احساس ہوا کہ برتن کو اس بات کی شرمندگی ہے۔تو اس نے ٹوٹے ہوئے برتن سے کہا:

''جیسے ہی ہم گھر واپس جائیں،تو آپ راستے کے اس کنارے کو دیکھتے جانا جہاں آپ کا پانی روزانہ گرتا ہے،اور اس پر اُگے ہوئے خوبصورت پھولوں کو دیکھنا۔''

جیسے ہی وہ پہاڑ پر چڑھے،تو ٹوٹے ہوئے برتن نے دیکھا کہ جس طرف اس کا پانی گر رہا تھا اس طرف سورج کی بھینی بھینی روشنی راستے کے کنارے پر اگے ہوئے پھولوں پر پڑ رہی ہے۔اس نے یہ منظر دیکھا،تو اسے بہت اچھا محسوس ہوا۔

لیکن گھر پہنچ کر پھر اسے یہی بات محسوس ہوئی کہ اس نے آج پھر آدھا پانی راستے میں ضائع کر دیا ہے۔

بوڑھے شخص نے برتن سے کہا:

''کیا آپ نے دیکھا ہے کہ راستے میں صرف اسی طرف پھول تھے،جہاں روز آپ کا پانی گرتا ہے۔لیکن دوسری طرف نہیں تھے۔مجھے ہمیشہ سے آپ کی اس کمی کا علم تھا،مگر میں نے آپ کی اسی کمی کو دیکھا کہ اس سے ایک دوسری ضرورت پوری ہو رہی ہے۔میں نے راستے میں اس طرف جہاں آپ کا پانی گرتا تھا،وہاں پھولوں کے بیج بو دیئے۔اور روزانہ گھر جاتے ہوئے آپ انہیں پانی دیتے ہوئے جاتے تھے۔ان دو سالوں میں ان پھولوں کو توڑتا رہا،اور اس سے اپنے گھر کو خوبصورت بناتا رہا۔اس طرح تمہاری یہ خامی نہ رہی،بلکہ میرے لیے خوبی بن گئی۔''

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط50) مفتی طلحہ مدثر

وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (دوسرا حصہ)

معزز خواتین ! پچھلی قسط میں ہم نے ملاحظہ کیا، کہ دینِ اسلام کی روشنی اور ہدایت آنے سے قبل عرب معاشرے میں وراثت میں کس قسم کے ظلم اور ناانصافی کا رواج تھا، جس کا جتنا بس چلتا تھا، اتنا ہی مال سمیٹنے کی کوشش کرتا تھا، الا ماشاءاللہ، یہ صورتِ حال صرف عرب معاشرے کی ہی نہیں تھی ، بلکہ دنیا کے دیگر معاشروں کے بھی اس معاملے میں طور طریقے عرب معاشرے سے ابتر نہیں، تو کم از کم بہتر بھی نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے اس ظلم اور ناانصافی کو روکنے کے لیے قرآن پاک میں متعدد آیات نازل فرمائیں، جن میں یہ صاف طور پر واضح فرمادیا کہ وراثت کے مال میں تمام وارثین خواہ مرد ہوں یا خواتین، شریعت کی طرف سے اپنا مقرر کردہ حصہ پانے کے مستحق ہوں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرماتے ہیں:

”لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا“(نساء،٧)

ترجمہ: مردوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے، جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، چاہے وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔ (نساء)

یتیموں اور نادار لوگوں کے مال میں جو زیادتی کی جاتی تھی، اس کی اللہ تعالیٰ نے شدید ترین الفاظ میں مذمت بیان فرمائی اور اس پر جہنم کی وعید سنائی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا

www.idaraghufran.org

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا (نساء،١٠)

ترجمہ: یقیناً جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، اور انہیں جلد ہی ایک بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔(نساء)

یہ وراثت سے متعلق قرآنی احکامات ہیں، لیکن افسوس کے ساتھ اس تلخ حقیقت کو بیان کرنا بھی ضروری ہے، کہ آج چودہ سوسال گزرنے کے باوجود بھی وراثت کے معاملے میں مسلم آبادی والے بے شمار علاقوں میں کوئی خاطر خواہ بہترائی نہیں آئی ہے، کئی علاقوں میں تو وراثت میں شرعی احکامات کی پابندی نہ کرنا، گویا ایک پختہ عقیدہ بن گیا ہے، اور یہ سمجھا جاتا ہے، کہ بہنوں کی شادی میں، یا دیگر مواقع پر جو لین دین کرلیا، بس وہی کافی ہے، اب باپ کی میراث میں بیٹی کا کوئی حصہ نہیں ہے، بیٹی کے حق کی اگر کوئی بات کرے، تو اسے ایسے اجنبی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، جیسے کوئی ایلینز زمین پر اتر کر موجودہ سائنسی حقائق کو چیلنج کرتے ہوئے، نئی دریافت پیش کر رہا ہو۔

کئی علاقوں میں اسلام کے واضح احکامات سے مجبور ہو کر بہن کے حصہ کو خواہی نہ خواہی تسلیم تو کر لیا جاتا ہے، لیکن میراث کا مال ایک چور دروازہ سے ہتھیا لیا جاتا ہے، وہ یہ کہ بہن کو حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے اختیار دیا جاتا ہے، کہ ایک طرف باپ کی میراث ہے، اور دوسری طرف سارے بھائی اور رشتہ دار، دونوں میں سے جس مرضی کا انتخاب کرلو، بہن تو آخر بہن ہوتی ہے، نہ چاہتے ہوئے بھی، بھائیوں اور رشتہ داروں کا ہی انتخاب کرتی ہے، اس جبری انتخاب کے بارے میں کہا جاتا ہے، کہ بھائی ہم نے تو بہن کو حصے لینے کا کہا تھا، لیکن اس نے خود ہی منع کر دیا، یہ انتخاب تو بالکل ویسا ہی ہے، جیسا گن پوائنٹ پر کوئی ڈاکو دیتا ہے، کہ تمہاری مرضی ہے، یا تو جان دیدو یا مال، انسان جان کے مقابلے میں مال سے دستبردار ہونا ہی زیادہ پسند کرتا ہے، اب ڈاکو پکڑے جانے پر عدالت میں یہ دلیل دینے لگے کہ جج صاحب! میں نے تو اس شخص کو اختیار دیا تھا، لیکن اس نے خود ہی مال مجھے دے دیا، ایسی دلیل پر تو ان لوگوں کے نزدیک یقیناً بیچارے ایسے رحم دل، شریف النفس، انسانیت دوست ڈاکو کو بغیر سزا دیے چھوڑ دینا چاہیے۔

کچھ لوگ یہ راستہ اختیار کرتے ہیں، کہ بہن کے حق کو بھی تسلیم کرتے ہیں، اور کسی طرح کا جبری

اختیار بھی نہیں دیتے، بلکہ یہ کرتے ہیں، کہ بہنوں سے ان کا حصہ خرید لیتے ہیں، اور بعد میں ان کو پیسے دیدیتے ہیں، بس!۔ یہ بظاہر جتنی سادہ سی صورتحال نظر آتی ہے، حقیقت میں اتنی سادہ ہوتی نہیں ہے، ہوتا یہ ہے، کہ کسی جائداد پر بھائیوں کا قبضہ ہوتا ہے، باپ کے مرنے کے بعد وہ جائداد بھائی اپنی بہنوں سے خرید لیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ایک طرف معاشرتی دباؤ سے بچ جاتے ہیں ،لوگوں میں ان کا ایک رکھ رکھاؤ بھی بنا رہتا ہے، دوسری طرف بلاشرکتِ غیرے اس جائداد کے مالک بھی بن جاتے ہیں، کیونکہ سب کو یہی بتایا جاتا ہے، کہ بہنوں سے ان کا حصہ خریدا گیا ہے، لیکن پھر کیا ہوتا ہے، سال پر سال گزرتے رہتے ہیں، کتنے ہی لوگ مرتے جیتے رہتے ہیں، بھائی اپنے سارے شوق بڑے دل کھول کر پورے کرتے رہتے ہیں، بہنوں کے حالات ویسے کے ویسے ہی رہتے ہیں، بچے جوان ہوجاتے ہیں، کوڑیوں کی زمین جب کڑوڑوں کی ہوجاتی ہے، تو پھر کہیں جا کر وہ رقم ادا کی جاتی ہے، جو برسوں پہلے طے ہوئی تھی، اتنے زمانے بعد مہنگائی کہاں سے کہاں جا چکی ہوتی ہے، روپے کی قدر گر چکی ہوتی ہے، لیکن اس سارے چکر کا نقصان بہن کو ہی اٹھانا پڑتا ہے، یاد رکھیے، ایسے چکروں سے دنیا کی عدالتوں میں انسان بچ سکتا ہے، لیکن اللہ کی عدالت میں نہیں، جہاں صحیح اور غلط کو جانچنے کے پیمانے اور ہیں۔

میراث وغیرہ کے ایسے مواقع پر قرآنی ہدایات کے مطابق اگر لکھت پڑھت کرلی جائے، تو بہت حد تک اس طرح کی حق تلفیوں کا سدِ باب ہوسکتا ہے، ہمارے یہاں کہا جاتا ہے، کہ بھائی تحریر کی کیا ضرورت ہے، کوئی بے اعتباری والی بات تھوڑی ہے، گھر کا معاملہ ہے، حالانکہ بے اعتباری ہوتی ہی وہاں ہے، جہاں پر کبھی اعتبار رہ چکا ہوتا ہے، اگر شروع دن سے بے اعتباری ہو، تو معاملہ ہی کیوں کیا جائے، اللہ تعالیٰ کا واضح حکم موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اے ایمان والو جب تم کسی معین میعاد کے لیے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو،“ (البقرۃ،۲۸۲)

اس ہدایت سے لاپرائی برتنا ہی اکثر اوقات بڑے نقصان کی صورت میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔

(جاری ہے..........)

www.idaraghufran.org

مومن کی جان و مال اوراس کی عزت وآبرو کی قدر ومنزلت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْكَعْبَةِ، قَالَ : مَرْحَبًا بِكِ مِنْ بَيْتٍ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَلَلْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللّٰهِ مِنْكِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنْكِ وَاحِدَةً وَحَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثًا : دَمَهُ، وَمَالَهُ، وَأَنْ يُظَنَّ بِهِ ظَنَّ السَّوْءِ (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث 6280)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) کعبہ کی طرف دیکھا، تو فرمایا کہ تجھ کو مرحبا ہو، کوئی گھر بھی تیرے سے زیادہ قابلِ عظمت، اور تیری عزت سے زیادہ عظیم نہیں ہے، اور مؤمن کی عزت، اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ عظیم ہے، بے شک اللہ نے تیرے بارے میں ایک چیز کو حرام کیا ہے، اور مؤمن کی تین چیزوں کو حرام کیا ہے، اُس کے خون کو، اور اُس کے مال کو اور اُس کے ساتھ بُرا گمان کرنے کو (بیہقی)

اس حدیث سے مومن کی جان ومال اور عزت وآبرو کی قدر ومنزلت معلوم ہوتی ہے۔

اور یہ بھی کہ جب ایک مومن کے ساتھ بُرا گمان رکھنا انتہائی مذموم ہے، تو اس کی جان و مال کو نقصان پہنچانا، یا اس کو تلف کرنے کی کوشش کرنا، کس قدر بُرا اور قبیح ترین کام ہے۔

www.idaraghufran.org

مومن سے کیسے پیش آیا جائے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَنَافَسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا

(مسلم، رقم الحدیث2563)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، اور تم ایک دوسرے کی باتیں نہ سنو، اور تم ایک دوسرے کا تجسس نہ کرو، اور تم (دنیا کے معاملات میں) ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھو، اور تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور تم ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور تم ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو (یعنی اعراض نہ کرو) اور تم اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ (مسلم)

مذکورہ اور اس جیسی احادیث میں مسلم سے بدگمانی کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور بدگمانی کو سخت ترین جھوٹ قرار دیا گیا ہے، اور مسلم سے تحاسد وتباغض، اور تجسس سے بھی منع کیا گیا ہے، اور مسلم کی عزت اور اس کے ساتھ وحدت واخوت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

زیادہ گمان قائم کرنے، تجسس اور غیبت سے بچنے کا حکم

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ 12)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، بچو تم زیادہ گمان کرنے سے، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور تم تجسس نہ کرو، اور غیبت نہ کریں، تم میں سے بعض، بعض کی (سورہ حجرات)

مذکورہ آیت میں پہلے تو زیادہ گمان کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور پھر اس کے بعد، بعض گمانوں کو گناہ قرار دیا گیا ہے، اور پھر اس کے ساتھ ہی تجسس کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات تجسس کرنے سے بدگمانی کا راستہ کھلتا ہے، اور پھر بعد میں ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع کیا گیا ہے، غیبت میں دوسرے کے واقعی عیب کو بیان کیا جاتا ہے، اور کسی کے واقعی عیب پر مطلع ہونے کا ایک راستہ، تجسس ہے۔

اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی مسلمانوں کی خفیہ باتوں کو چن چن کر، اور ٹوہ لگا کر سننا، اور پھر ان کو پھیلانا، چاہے سوشل میڈیا پر ہو، یا کسی دوسری جگہ ان کی تشہیر کرنا، اور ان کو طرح طرح کے عنوانات دینا، خودساختہ حکم لگانا، اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔

اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

تین چیزیں ایمان کی جڑ ہیں

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيْمَانِ: الْكَفُّ عَمَّنْ، قَالَ:لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ، وَلَا نُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ إِلٰى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ، وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْإِيْمَانُ بِالْأَقْدَارِ (سنن أبی داود، رقم الحدیث 2532)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایمان کی جڑ سے تعلق رکھتی ہیں، ایکؔ تو یہ کہ جو ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے، اس سے رُکا جائے، اور ہم ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے والے کی کسی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کریں، اور ہم اس کو کسی عمل کی بنا پر اسلام سے خارج قرار نہ دیں۔

دوسرؔے یہ کہ جہاد، میری بعثت سے شروع ہوکر اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک میری امت کا آخری فرد، دجال سے قتال نہ کرلے، جس کو کسی ظلم کرنے والے کا ظلم، باطل نہیں کرے گا، اور نہ انصاف کرنے والے کا انصاف، اس کو باطل کرے گا۔

تیسرؔے یہ کہ تقدیروں پر ایمان لانا (ابوداؤد)

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم (قسط11)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا چوتھا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ’’ازالۃُ الخفاء‘‘ میں فرماتے ہیں:

بست وسوم: اختیارِ تشدد در عبادات وراضی برخصِ شرعیہ نہ شدن فی المصابیح ’’قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن الدین یسر، ولن یشاد الدین أحد إلا غلبہ، فسددوا وقاربوا، وأبشروا، واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیء من الدلجۃ‘‘ (بخاری)

ذکر البغوی عن عمیر’’ قال: من أدرکت من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أکثر من سبعین، فما رأیت قوما أھون سیرۃ ولا أقل تشدیدا منھم۔

قال إبراھیم: إذا بلغک فی الإسلام أمران، فخذ أیسرھما۔

وقال الشعبی: إذا اختلف علیک فی أمرین، فخذ أیسرھما، فإن أیسرھما أقربھما من الحق، لأن اللہ سبحانہ وتعالی، یقول: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر‘‘ (شرح السنۃ)

وازیں آثار مفہوم می شود کہ تلقط رخص از مذاہبِ اربعہ بعدازاں کہ نصِ قرآن وحدیثِ مشہور واجماعِ سلف وقیاسِ جلی وحدیثِ صحیح ازاں بازنداشتہ باشد حسن است ’’خلافا للفقھاء المتاخرین بل نسبہ بعضھم الی الفسق‘‘

ترجمہ: تیئیسویں حالت، عبادات میں تشدد (اور سختی اختیار کرنا) اور رخصتِ شرعی کے ساتھ راضی نہ ہونا ہے، مصابیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے

شک دین (سرتاپا) آسانی ہے، اور ہرگز کوئی شخص دین میں تشدد نہ کرے گا، مگر یہ کہ دین اس پر غالب آئے گا (اور وہ نیک اعمال کرنے سے عاجز ہوگا) لہٰذا تم سیدھے رہو اور (عمل کے) قریب ہوجاؤ اور بشارت پاؤ اور صبح وشام اور کچھ رات (کی عبادت) سے مدد چاہو، اور بغوی نے عمیر سے روایت کی ہے، وہ کہتے تھے کہ میں جن صحابہ سے ملا ہوں وہ ستر سے زیادہ تھے، میں نے کسی قوم کو سیرت (وعادت) میں آسان (اور امورِ دین میں) کم تشدد کرنے والا ان سے بڑھ کر نہ دیکھا، ابراہیم (نخعی) کہتے ہیں کہ جب تم کو اسلام میں دو کام معلوم ہوں (اور ایک ان میں آسان ہو اور دوسرا مشکل ہو) تو ان دو میں جو آسان ہو اسے اختیار کرو، اور (امام) شعبی کہتے ہیں کہ جب دو کام تم کو پیش آئیں، تو ان میں سے جو آسان ہو، اسے اختیار کرو، کیونکہ جو ان دونوں میں آسان ہے، وہی حق سے قریب تر ہے، اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے ”یرید اللہ بکم الیسر تا آخر“ (ترجمہ: اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا) ان آثار سے مفہوم ہوتا ہے کہ مذاہبِ اربعہ میں سے رخصت کے مسائل کو چن چن کر اختیار کرلینا بعد اس کے کہ نصِ قرآن اور حدیثِ مشہور اور اجماعِ سلف اور قیاسِ جلی اور حدیثِ صحیح ان سے نہ روکے، مستحسن ہے، مگر فقہائے متاخرین کا اس میں اختلاف ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس فعل کو فسق کی طرف منسوب کیا ہے (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مترجم: مولانا محمد عبدالشکوری فاروقی، جلد۱، صفحہ۵۲۲، فصل پنجم: بیانِ فتن، درذیل ”زمانہ فتن میں لوگوں کی تین حالتوں کا بیان“ مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اصح قول کے مطابق عامی پر چونکہ تقلیدِ شخصی، یا اس پر استمرار واجب نہیں، اس لیے اس کے حق میں تمام مذاہب میں حق وصواب کا احتمال برابر ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا۔ [۱]

---

[۱] (قوله: قلنا إلخ) لأنک لو قطعت القول لما صح قولنا إن المجتهد يخطىء ويصيب أشباه: أى فلا نجزم بأن مذهبنا صواب ألبتة ولا بأن مذهب مخالفنا خطأ ألبتة، بناء على المختار من أن حكم الله فى كل مسألة واحد معين وجب طلبه .فمن أصابه فهو المصيب ومن لا فهو المخطىء .ونقل عن الأئمة الأربعة: ثم المختار أن المخطىء مأجور كما فى التحرير وشرحه .مطلب يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس بنیاد پر عامی شخص کے لیے فقہائے کرام کے اقوال میں سے اخف کو اختیار کرنا جائز ہے۔

جہاں تک عالم کا تعلق ہے، تو اگر وہ مجتہد ہے، تو اس کو تو اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا حکم ہے، اور اگر کوئی عالم غیر مجتہد ہو، تو اس کو اختیارِ اخف اختیار کرتے وقت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریح کے مطابق یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ وہ اخف نصِ قرآن اور حدیثِ مشہور اور اجماعِ سلف اور قیاسِ جلی اور حدیثِ صحیح کے خلاف نہ ہو، اور عامی شخص کو یہ بات کسی عالم سے بھی معلوم ہوسکتی ہے۔

یہی بات بعض دوسرے محققین نے بھی فرمائی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پانچواں حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی تالیف ''الانصاف'' میں فرماتے ہیں:

وعلى هذا ينبغي أن القياس وجوب التقليد لإمام بعينه فانه قد يكون واجبا وقد لا يكون واجبا فاذا كان إنسان جاهل في بلاد الهند أو في بلاد ما وراء النهر وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ثم اعلم أنه ذكر في التحرير وشرحه أيضا أنه يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل .وبه قال الحنفية والمالكية وأكثر الحنابلة والشافعية .وفي رواية عن أحمد وطائفة كثيرة من الفقهاء لا يجوز .ثم ذكر أنه لو التزم مذهبا معينا .كأبي حنيفة والشافعي، فقيل يلزمه، وقيل لا وهو الأصح اهـ وقد شاع أن العامي لا مذهب له.

إذا علمت ذلك ظهر لك أن ما ذكر عن النسفي من وجوب اعتقاد أن مذهبه صواب يحتمل الخطأ مبني على أنه لا يجوز تقليد المفضول وأنه يلزمه التزام مذهبه وأن ذلك لا يتأتى في العامي.

وقد رأيت في آخر فتاوى ابن حجر الفقهية التصريح ببعض ذلك فإنه سئل عن عبارة النسفي المذكورة، ثم حرر أن قول أئمة الشافعية كذلك، ثم قال إن ذلك مبني على الضعيف من أنه يجب تقليد الأعلم دون غيره.

والأصح أنه يتخير في تقليد أي شاء ولو مفضولا وإن اعتقده كذلك، وحينئذ فلا يمكن أن يقطع أو يظن أنه على الصواب، بل على المقلد أن يعتقد أن ما ذهب إليه إمامه يحتمل أنه الحق .قال ابن حجر: ثم رأيت المحقق ابن الهمام صرح بما يؤيده حيث قال في شرح الهداية: إن أخذ العامي بما يقع في قلبه أنه أصوب أولى، وعلى هذا استفتى مجتهدين فاختلفا عليه الأولى أن يأخذ بما يميل إليه قلبه منهما .وعندي أنه لو أخذ بقول الذي لا يميل إليه جاز؛ لأن ميله وعدمه سواء، والواجب عليه تقليد مجتهد وقد فعل(ردالمحتار، ج ا ص ۴۸، مقدمة)

كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه أن يقلد لمذهب أبي حنيفة ويحرم عليه أن يخرج من مذهبه لأنه حينئذ يخلع ربقة الشريعة ويبقى سدى مهملا بخلاف ما إذا كان في الحرمين فانه متيسر له هناك معرفة جميع المذاهب ولا يكفيه أن يأخذ بالظن من غير ثقة ولا أن يأخذ من ألسنة العوام ولا أن يأخذ من كتاب غير مشهور كما ذكر كل ذلك في النهر الفائق شرح كنز الدقائق (الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف،ص ٧٩،باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبيان سبب الاختلاف بين الأوائل والأواخر الخ)

ترجمہ: اوراس بناء پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ متعین امام کی تقلید کبھی واجب ہوتی ہے، اور کبھی واجب نہیں ہوتی، پس جب کوئی انسان ہندوستان کے علاقہ میں جاہل ہو، یا ماوراءُالنہر کے علاقوں میں ہو،اور وہاں کوئی نہ تو شافعی عالم ہواور نہ مالکی ہواور نہ حنبلی ہو، اور نہ ان مذاہب کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہو،تواس پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہوگی،اوراس پر یہ بات حرام ہوگی کہ وہ امام ابوحنیفہ کے مذہب سے خروج اختیار کرے، کیونکہ ایسی صورت میں وہ شریعت کے حلقہ کو اپنی گردن سے نکال دے گا، اور وہ بے کار اور مہمل ہوکر رہ جائے گا،اس کے برخلاف اگر کوئی شخص حرمین میں ہو، جہاں اس کے لیے تمام مذاہب کی معرفت آسان ہے(تو وہاں متعین امام کی تقلید واجب نہ ہوگی،لیکن)اس کے لیے یہ کافی نہ ہوگا کہ بغیر اعتماد کے محض ظن کے سہارے کسی چیز کو لے لے،نہ یہ کافی ہوگا کہ عوام کی زبان سے سننے پر اکتفاء کر لے،اور نہ یہ کہ کسی غیر مشہور کتاب سے لے لے،یہ تمام صورتیں’’النہرُ الفائق شرح کنز الدقائق ‘‘میں مذکور ہیں (الانصاف)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ عامی شخص پر کسی متعین امام کی تقلید بذاتِ خود واجب نہیں، البتہ بعض حالات کی وجہ سے واجب ہوجاتی ہے، مثلاً جہاں ایک ہی امام

www.idaraghufran.org

کے علماء اور کتابیں موجود ہوں، تو وہاں چونکہ عام اور جاہل شخص کو خود سے دوسرے امام کے مذہب کا معلوم کرنا مشکل ہے، اس لیے اس پر اس متعین مذہب کی تقلید واجب ہوگی، لیکن جہاں دوسرے مذہب پر اس کے علماء، یا کتب موجود ہونے کی وجہ سے صحیح علم حاصل کرنا میسر ہو، وہاں یہ حکم نہ ہوگا۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مذہبِ معین کے التزام کا وجوب وعدمِ وجوب، مخصوص مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب، یا مذاہب پر صحیح مطلع نہ ہونے پر موقوف ہے۔

اور ہماری بحث اس صورت میں ہے، جبکہ دوسرے مذاہب پر مطلع ہونا ممکن ہو، ظاہر ہے کہ جب تک کسی مذہب پر مطلع نہ ہوگا، اس وقت تک اس کی تقلید واتباع بھی ممکن نہ ہوگی۔

اور موجودہ دور میں علمی وتحقیقی اور ذرائع ابلاغ کے تیز ترین وسائل اور گلوبلائزیشن وغیرہ کی بناء پر دوسرے فقہائے کرام ومجتہدینِ عظام کے مذاہب کو دریافت کرنا زیادہ مشکل نہ رہا۔

دینی مدارس وجامعات میں پڑھائے جانے والے نصاب میں بھی دوسرے مذاہب کے اقوال کثرت سے ملتے ہیں۔

اس لیے خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی جابجا مذہبِ معین کے عدمِ وجوب کو ترجیح دی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا چھٹا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی تالیف ''التفهيمات الالٰهية ''میں بھی مختلف مواقع پر مذکورہ موقف کو دہرایا ہے۔

چنانچہ ''التفهيمات الالٰهية''میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

فمثل السنة الظاهرة كمثل اللغة التى كان النبى صلى الله عليه وسلم يقرأ بها القرآن و مثل الاقاويل التى هى يمينها و شمالها كمثل الاحرف التى رخص النبى صلى الله عليه وسلم ان يقرأوا بها القرآن دفعا للحرج من امته و مثل السنة الظاهرة كمثل من حضر محفل

الخليفة فسمع منه باذنيه و شاهده حين تكلم بما تكلم ووعا قلبه بذلك و مثل الاقاويل المخرجة على قواعد القوم كمثل سوقى تخلص اليه من احكام الخليفة ومما يظن به ان يامر ما اداه الى فطانة وحدس فى بعض الامور.

وترى العامة سيما اليوم فى كل قطر يتقيدون بمذهب من مذاهب المتقدمين يرون خروج الانسان من مذهب من قلده ولو فى مسئلة كالخروج من الملة كأنه نبى بعث اليه وافترضت طاعته عليه وكان اوائل الامة قبل المائة الرابعة غيرمتقيدين بمذهب واحد (التفهيمات الالٰهية، ج ا ص ١٥١، مطبوعة:مدينة برقى پريس، بجنور، يوپى، تاريخ طبع: 1936ء ١٣٥٥هـ)

ترجمہ: پس ظاہری سنت کی مثال اس لغت کی طرح ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی قرائت کیا کرتے تھے، اوران اقوال کی مثال جوسنت کے دائیں اور بائیں ہیں، ان حرفوں کی طرح ہے، جن میں قرآن کی قرائت کرنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے، اپنی امت سے دفعِ حرج کے لیے، اورظاہری سنت کی مثال اس آدمی کی طرح بھی ہے، جوخلیفہ (وحکمران) کی محفل میں حاضر ہوا، پھراس کی بات کو اپنے کانوں سے سنا، اوراس کوکلام کرتے ہوئے مشاہدہ کیا، اوراس کے دل نے اس کو صحیح طرح محفوظ کرلیا، اورقوم کے قواعد پرتخریج شدہ اقوال کی مثال، اس بازاری کی طرح ہے، جس کے پاس خلیفہ (وحکمران) کے احکام ملخص ہوکر پہنچے، اوروہ اپنی ذہانت کی رسائی کے مطابق گمان کرتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں حکم دیا ہے، اوربعض امور میں وہ تخمین کواختیار کرتا ہے۔

اورآپ خاص طور پرآج کے زمانہ میں ہرعلاقہ میں عام لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ متقدمین کے مذاہب میں سے کسی مذہب کےاس طرح پابند ہیں کہ وہ انسان کے اس

www.idaraghufran.org

مذہب سے نکلنے کو، جس کی اس نے تقلید کی ہے، اگر چہ ایک مسئلہ میں ہی خروج کیوں نہ ہو، ایسا سمجھتے ہیں جیسا کہ دینِ اسلام سے خارج ہو جانا، گویا کہ وہ (یعنی جس کی تقلید کی جاری ہے) نبی ہے، جو اس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور اس کی اطاعت اس پر فرض کی گئی ہے، اور چوتھی صدی سے پہلے امت کے افراد کسی ایک مذہب کے پابند نہیں تھے (التفہیمات)

حضرت شاہ صاحب نے جو اپنے زمانے کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے، آج ہم بھی اپنی آنکھوں سے اس حالت کا مشاہدہ کر رہے ہیں، اور اس حالت میں موجودہ زمانے کے بعض علماء بھی مبتلاء ہیں۔

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

وکان اکثر الفقهاء يتقيدون بمذهب واحد كما هو الظاهر المشهور ، وبالجملة فاختلافهم في ذلك هال القوم واهاج على انكار بعضهم بعضا وليس في ذلك عهد صريح عن النبي صلى الله عليه وسلم يرجع اليه ،فكان من اعظم نعم الله على ان كشف لي عن حقيقة حال المذاهب وحال المتقيد ببعضها وحال من اراد الانتقال الى مذهب بعد ماكان متقيدا بمذهب آخر ، وحال من اخذ في بعض المسائل بمذهب وفي بعض الآخر بمذهب آخر ، وهل خير الشارع او الزم لكل واحد ان يلتزم مذهبا واحدا (التفهيمات الالٰهية، ج ا ص ۱۵۲، مطبوعة:مدينة برقي پريس، بجنور، يوپى، تاريخ طبع: 1936ء ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ: اور (بعد میں) اکثر فقہاء کسی ایک مذہب کے ساتھ مقید ہو گئے، جیسا کہ ظاہر اور مشہور ہے، لیکن بہر حال ان کے اس سلسلہ میں اختلاف نے قوم کو خوف میں ڈال دیا، اور ایک دوسرے کے انکار ونکیر پر بھڑکا دیا، اور اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صریح عہد نہیں کہ جس کی طرف رجوع کیا جائے، پس اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت میرے اوپر یہ ہے کہ اس نے میرے لیے مذاہب کی حالت کی حقیقت

کو کھول دیا، اور ان مذاہب میں سے بعض کے ساتھ مقید ہونے کی حقیقت کو بھی کھول دیا، اور ایک مذہب کے ساتھ مقید ہو کر دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی حقیقت کو بھی کھول دیا اور بعض مسائل میں ایک مذہب اور دوسرے بعض مسائل میں دوسرے مذہب کے اختیار کرنے کی حقیقت کو بھی کھول دیا، اور یہ بھی کہ کیا شارع نے اس کا اختیار دیا ہے، یا ہر ایک کے لیے ایک مذہب کے التزام کو لازم کیا ہے (التفہیمات)

اس حقیقت کو حضرت شاہ صاحب نے دوسرے مقام پر واضح فرما دیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی آگے مزید فرماتے ہیں:

الاختلاف علی اربعة منازل ، اختلاف مردود: ولیس لقائله ولا لمقلده من بعده عذر، وهذا قلیل الوجود فی المذاهب الاربعة المدونة. واختلاف مردود: ولقائله عذر ما لم یبلغه حدیث صحیح دال علی خلافه، فاذا بلغه فلا عذر له. واختلاف مقبول: قد خیر الشارع المکلفین فی طرفیه تخیرا ظاهرا مطلقا کالاحرف السبعة من القرآن. واختلاف ادرکنا کون طرفیه مقبولین اجتهادا واستنباطا من بعض کلام الشارع صلوات الله

علیه ، والانسان مکلف به لا مطلقا ، بل بشرط الاجتهاد وتأکد الظن والتقلید من حصل له ذلک (التفهیمات الالٰهیة، ج ا ص ۱۵۳ ، مطبوعة:مدینة برقی پریس، بجنور، یوپی، تاریخ طبع: 1936ء ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ: اختلاف کے چار درجات ہیں، ایک اختلاف مردود: جس کے قائل اور اس کے بعد اس کے مقلد کے لیے کوئی عذر قبول نہیں، اور یہ اختلاف مدون شدہ مذاہب میں بہت کم ہے۔

دوسرا اختلاف بھی (فی نفسہ) مردود ہے، لیکن اس کے قائل کے لیے اس وقت تک عذر قبول ہے، جب تک اسے کوئی صحیح حدیث نہ پہنچے، جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہو،

www.idaraghufran.org

پس جب اس کو ایسی کوئی حدیث پہنچ جائے، تو اس کا عذر قبول نہیں۔

اور تیسرا اختلاف مقبول ہے کہ شارع نے مکلفین کو طرفین میں ظاہراً و مطلقاً اختیار دے دیا ہے، جیسا کہ قرآن کے سات طریقوں میں پڑھنے کا اختیار دے دیا ہے۔ اور چوتھا اختلاف وہ ہے، جس کے طرفین کے مقبول ہونے کا ادراک ہمیں شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کلام سے اجتہاد و استنباط کر کے حاصل ہوا ہے، اور انسان اس کا مکلّف ہے، لیکن مطلقاً مکلّف نہیں، بلکہ اجتہاد اور ظن کے مؤکد ہونے کی شرط کے ساتھ مکلّف ہے، اور جس میں مذکورہ شرط موجود ہو، اس کی تقلید کر کے بھی مکلّف ہے (التفہیمات)

ہم نے موجودہ علماء میں دوسرے سے اختلاف کا کئی مسائل میں مشاہدہ کیا ہے، جو صحیح حدیث پہنچنے کے باوجود، طرح طرح کی بعید ترین تاویلات کرتے ہیں، لیکن حدیثِ صحیح کو قبول نہیں کرتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ''التفهيمات الالٰهية'' میں ہی فرماتے ہیں:

انی اقول لهٰؤلاء المسمين انفسهم بالفقهاء الجامدين على التقليد يبلغهم الحديث من احاديث النبى صلى الله عليه وسلم باسناد صحيح، وقد ذهب اليه جمع عظيم من الفقهاء المتقدمين ول يمنعهم الا التقليد لمن لم يذهب اليه ولهؤلاء الظاهرية المنكرين للفقهاء الذين هم طراز حملة العلم وائمة اهل الدين انهم جميعا على سفاهة وسخافة رأى وضلالة ، وان الحق امر بين بين (التفهيمات الالٰهية، ج ا ص ۲۰۹، مطبوعة: مدينة برقى پريس، بجنور، يوپى، تاريخ طبع: 1936ء ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ: جو لوگ اپنے آپ کو فقیہ کہتے ہیں، اور تقلیدِ خالص پر جمے بیٹھے ہیں، ان کے پاس صحیح سند سے مروی کوئی حدیث جب آتی ہے، جس پر فقہائے متقدمین کی ایک بڑی جماعت کا عمل ہوتا ہے، تو یہ تقلید ان کے لیے اس پر عمل کرنے سے مانع بنتی ہے۔

اور یہ ''ظاہری'' جو کہ فقہاء پر نکیر کرتے ہیں، جو کہ علم کا خلاصہ اور اہلِ دین کے مقتداء

www.idaraghufran.org

ہیں، ہردو کی بابت میرا یہ کہنا ہے کہ یہ سخافتِ رائے اور گمراہی میں پڑے ہیں، اورحق ہر دو کے درمیان ہے (التفہیمات)

ہم نے بھی موجودہ دور کے ایسے فقیہ کہلانے والے متعدد علماء کا مشاہدہ کیا ہے، جو تقلیدِ خالص پر جمے بیٹھے ہیں، اورظاہریہ کا بھی مشاہدہ کیا، جوفقہاء پرنکیر کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ''التفہیمات الالٰھیة ''میں طالبانِ علم کوخطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں ان طالبانِ علم سے کہتا ہوں، جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو! تم یونانیوں کے علوم کے طلسم اور صرف ونحو ومعانی کے دلدل میں پھنس کررہ گئے، تم نے سمجھ لیا کہ علم اسی کا نام ہے، حالانکہ علم، یا تو کتابُ اللہ کی آیتِ محکم ہے، یا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ ثابتہ، تمہیں چاہئے تھا کہ تمہیں یہ یاد رہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے نماز پڑھی، آپ کیسے وضو فرماتے تھے، قضائے حاجت کے لیے کس طرح جاتے تھے، کیسے روزہ رکھتے تھے، کیسے حج کرتے تھے، کیسے جہاد کرتے تھے، آپ کا اندازِ گفتگو کیا تھا، حفظِ لسان کا طریقہ کیا تھا، آپ کے اخلاقِ عالیہ کیا تھے؟ تم آپ کے اسوہ پر چلو، اور آپ کی سنت پر عمل کرو، اس بناء پر کہ وہ آپ کا طریقِ زندگی اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس بناء پرنہیں کہ وہ فرض وواجب ہے، تمہیں چاہئے تھا کہ تم دین کے احکام ومسائل سیکھو، باقی سیر وسوانح اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی وہ حکایات جو آخرت کا شوق پیدا کریں، تو وہ ایک تکمیلی چیز اور امرِ زائد ہے، اس کے مقابلہ میں تمہارے مشاغل اور جن باتوں پر تم پوری توجہ صرف کرتے ہو، وہ آخرت کے علوم نہیں ہیں، دنیاوی علوم ہیں۔

تم اپنے سے پہلے کے فقہاء کے استحسانات اوران کی تفریعات میں غوطہ لگاتے ہو، اور یہ نہیں جانتے کہ حکم وہ ہے، جو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے، تم میں کتنے آدمی ہیں، جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پہنچتی ہے، تو اس پر عمل

نہیں کرتے، اور کہتے ہیں کہ ہمارا عمل تو فلاں کے مذہب پر ہے، حدیث پر نہیں ہے، پھر تم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ حدیث کا فہم اور اس کے مطابق فیصلہ کاملین اور ماہرین کا کام ہے، حضراتِ ائمہ سے یہ حدیث مخفی نہیں ہوسکتی، پھر انہوں نے، جو اس کو چھوڑا، تو کسی وجہ سے، جو ان پر منکشف ہوئی، مثلاً نسخ، یا مرجوحیت کی وجہ سے۔

یادرکھو کہ اس کا دین سے کچھ تعلق نہیں، اگر تمہارا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے، تو اس کی پیروی کرو، وہ تمہارے مذہب کے موافق ہو، یا مخالف، اللہ کی مرضی تو یہ تھی کہ تم کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع سے اشتغال کرتے، اگر ان دونوں پر عمل کرنا تمہارے لیے آسان ہو، تو کیا کہنا، اور اگر تمہارے افہام اس سے قاصر ہوں، تو پھر کسی سابق عالم کے اجتہاد سے مدد لو، اور جس کو زیادہ صحیح، صریح اور سنت کے موافق پاؤ، اس کو اختیار کرو۔

علومِ آلیہ سے اس ذہن کے ساتھ اشتغال کرو کہ وہ آلات و وسائل ہیں، ان کی مستقل حیثیت اور مقصود کا درجہ نہیں، کیا اللہ نے تمہارے اوپر یہ واجب نہیں کیا کہ تم علم کی اشاعت کرو، یہاں تک کہ مسلمانوں کے ملک میں شعائرِ اسلام ظاہر و غالب ہوں، تم نے شعائر کا تو اظہار نہیں کیا، اور لوگوں کو زوائد میں مشغول کر دیا (ماخوذ از: تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ پنجم، ص ۱۸۷ تا ۱۸۹، باب ششم، بعنوان "ہندوستان میں علمِ حدیث سے بے اعتنائی کا شکوہ"، مطبوعہ: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی) [1]

---

[1] واقول لطلبة العلم :ایها السفهاء المسمون انفسكم بالعلماء اشتغلتم بعلوم الیونانیین وبالصرف والنحو والمعانی ، وظننتم ان هذا هو العلم ، انما العلم آیة محكمة من كتاب الله ان تتعلموها بتفسیر غریبها، وسبب نزولها، وتاویل معضلها.اوسنة قائمة من رسول الله صلی الله علیه وسلم ان تحفظوا كیف صلی النبی صلی الله علیه وسلم، وكیف توضأ، وكیف كان یذهب لحاجة ،وكیف یصوم ،وكیف یحج ،وكیف یجاهد، وكیف كان كلامه وحفظه للسانه ،وكیف كان اخلاقه فاتبعوا هدیه واعملو بسنته علی انه هدی وسنة لا علی انه فرض ومكتوب علیكم .او فریضة عادلة ان تتعلموا ماكان اركان الوضوء ، وما اركان الصلاة ،وما نصاب الزكاة ،وماقدر الواجب ، وما سهام فرائض المیت.اما السیر وما یرغب فی الآخرة من حكایات الصحابة والتابعین فهوفضل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ''التفهيماتُ الالٰهية'' میں ہی فرماتے ہیں:

ویجب التنبیه بعد ذلک علی نکتة وهی أنه رب رجل یکون عنده أن النبی صلی الله علیه وسلم یختار المذهب الفلانی وأنه الحق المطلوب ثم یقصر فیه فینعقد فی قلبه اعتقاد أنه قصر فی جنب الله ورسول (الفهیمات الالٰهیة، ج۲ ص ۲۴۰)

ترجمہ: اس کے بعد ایک اہم نکتہ پر تنبیہ کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ بہت سی مرتبہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فلاں (فقہی) مذہب کو پسند فرماتے ہیں، اور یہی حق اور مطلوب ہے، پھر اس سے کبھی اس (فقہی مذہب میں بیان کردہ کسی حکم) میں کوتاہی ہوجاتی ہے، تو اس کے دل میں یہ اعتقاد پیدا ہوجاتا ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم میں کوتاہی کی ہے (تفہیمات)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ساتواں حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ''القولُ الجميل'' میں فرماتے ہیں:

وأنا أوصی طالب الحق بأمور :منهّا أن لا یصحب جهال الصوفیة ولا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واما مااشتغلتم به ومماالتفتم فیه فلیس من علوم الآخرة انما هی من علوم الدنیا خضتم کل الخوض فی استحسانات الفقهاء من قبلکم وتفریعاتهم .اما تعرفون ان الحکم ماحکمه الله ورسوله ورُبَّ انسان منکم یبلغه حدیث من احادیث نبیکم فلا یعمل به ، ویقول انما عملی علی مذهب فلان لا علی الحدیث ثم اختال بان فهم الحدیث والقضاء به من شأن الکمل المهرة وان ائمة لم یکونوا ممن یخفی علیهم هذا الحدیث فما ترکوه الا لوجه ظهر لهم فی الدین من نسخ او مرجوحیة.

اعلموا انه لیس هذا من الدین فی شییء ان آمنتم بنبیکم فاتبعوه خالف مذهبا او وافقه کان مرضی الحق ان تشتغلوا بکتاب الله وسنتة رسوله ابتداء فان سهل علیکم الاخذ بهما ، فبها ونعمت، وان قصرت افهامکم فاستعینوا برأی من مضی من العلماء ماتروه احق واصرح واوفق بالسنة وان لا تشتغلوا بالعلوم الآلیة الا بانها آلة لا بانها امور مستقلة ، اما اوجب الله علیکم ان تشیعوا العلم حتی یظهر شعائر الاسلام فی بلاد المسلمین فلم تظهروا الشعائر وامرتم الناس ان یشتغلوا بالزوائد واستکثرتم فی اعینهم طلب الحق والدین اما ترون البلاد العظام تخلوا عن العلماء وان کانوا فهم دون ظهور الشعائر(التفهیمات الالٰهیة، ج ۱ ص ۲۱۴،۲۱۵، مطبوعة:مدینة برقی پریس، بجنور، یوپی، تاریخ طبع:1936ء ۱۳۵۵ھ)

www.idaraghufran.org

جهـال المتعبدين ولا المتقشفة من الفقهاء ولا الظاهرية من المحدثين

(القول الجميل، ص ١٠٢)

ترجمہ: اور میں حق کے طالب کو چند امور کی وصیت کرتا ہوں، ایک یہ کہ وہ جاہل صوفیاء کی صحبت اختیار نہ کرے، اور نہ ہی جاہل عابدوں کی صحبت اختیار کرے، اور نہ ہی سخت اور جامد فقہاء کی صحبت اختیار کرے، اور نہ ہی ظاہری محدثین کی صحبت اختیار کرے (القول الجمیل)

متقشف فقہاء سے وہ سخت اور جامد قسم کے فقہاء مراد ہیں، جو اپنے امام، یا فقہ کی تقلید کسی صورت میں ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

چنانچہ حضرت شاہ صاحب اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں کہ:

وسخن متقشفۂ فقہاء کہ تقلیدِ عالمے رادستاویز ساختہ، تتبعِ سنت را ترک کردہ اند، نشنیدن وبدیشاں التفات نکردن (وصیت نامہ، المقالۃ الاضیئۃ فی النصیحۃ والوصیۃ، وصیتِ اول، صفحہ۳۰۲، مطبوعہ: مطبع احمدی، دہلی)

ترجمہ: اور سخت جامد فقہاء کہ جنہوں نے کسی عالم کی تقلید کر کے سنت کے تتبع کو ترک کر دیا ہے، ان کی باتیں نہ سنیں، اور ان کی طرف توجہ نہ کریں (وصیت نامہ)

اور محدثینِ ظاہریہ سے وہ لوگ مراد ہیں، جو کسی مجتہد کے قول کی طرف التفات نہ کریں۔ [1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا آٹھواں حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی فارسی زبان کی تالیف ''ازالۃُ الخفاء ''میں فرماتے ہیں:

باز قبح اشیاء قبیحہ گاہے بنصِ کتاب اللہ یا احادیثِ مشہورہ یا قیاسِ جلی یا اجماعِ امتِ

---

[1] فهـذه طـريـقة المحققين من فقهاء المحدثين وقليل ما هم وهم غير الظاهرية من أهل الحديث الذين لا يقـولـون بـالقياس ولا الإجماع وغير المتقدمين من أصحاب الحديث ممن لم يلتفتوا إلى أقوال المجتهدين أصـلا ولـكـنهم أشبه الناس بأصحاب الحديث لأنهم صنعوا فى أقوال المجتهدين ما صنع أولئك فى مسائل الصحابة والتابعين(عقد الجيد،ص ١٨،فصل فى المجتهد المطلق المنتسب)

www.idaraghufran.org

مرحومہ خصوصاً ایامِ خلافتِ خاصہ کہ بقایائے برکاتِ نبوت است ثابت می شود ، وعندکم من الله برهان ، بریں اقسام صادق است۔ دریں صورت ہا شخصے بجہلِ آں اصول معذور نیست۔

واستدلال بشبۂ واہیہ یا تقلیدِ عالمے در خلاف آں غیر مسموع ، وعنداللہ آں مخالف را مفاز نہ ، وگاہے قباحت ایں اشیاء بخبرِ واحد صحیح بغیر معارض ثابت شود ، دریں صورت تاوقتیکہ آں حدیث نہ رسیدہ است ، وپردہ از روئے کار مرتفع نگشتہ بسببِ جہل خود معذور است ، چوں پردہ برخواست وپردگی متجلی شد جائے گفت وشنید نماند ، وگاہے قبح آں بادلۂ ظنیہ متنازعہ متعارضہ ثابت گردد ، وآں جا اختلافِ سلف کہ ’’المجتهدان مصيبان او المصيب واحد ، والآخر مخطئ معذور‘‘ جاری است۔

چوں ایں مقدمات معلوم شود مے باید کہ در مبحث تغیر اوضاعِ رسوم ودر اختلافِ امت کہ دریں ایام پیدا شود بیک عصا ہمہ راں سوق نہ کنی ، ودر یک مرتبہ نازل نہ گردانی۔ ع

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

ترجمہ: پھر (واضح ہو کہ) برے افعال کی برائی کبھی نصِ کتابُ اللہ سے ثابت ہوتی ہے، اور کبھی احادیثِ مشہورہ سے اور کبھی قیاسِ جلی سے اور کبھی اجماعِ امتِ مرحومہ سے ، بالخصوص زمانۂ خلافتِ خاصہ کے اجماع سے جو کہ برکاتِ نبوت کی باقی ماندہ (برکتوں) کا زمانہ ہے، ان (چاروں) قسموں پر (یہ مضمون کہ)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک صاف دلیل ہے، صادق آتا ہے، اور ان سب صورتوں میں کوئی شخص ان اصول (یعنی نصِ کتابُ اللہ واحادیثِ مشہورہ وقیاسِ جلی واجماع) کے نہ جاننے سے معذور نہ سمجھا جائے گا، اور اس کی مخالفت پر کسی کمزور شبہ کے ساتھ، یا کسی عالم کی تقلید کے ساتھ استدلال کرنا ہرگز مسموع نہ ہوگا، اور اس مخالف (حکمِ شرع) کو اللہ کے نزدیک کامیابی نہیں ہوسکتی، اور کبھی (ایسا ہوتا ہے کہ) ان افعال کی قباحت (کسی) خبرِ واحد سے بلا معارضہ (کسی دوسری خبرِ واحد) کے ثابت ہوتی

www.idaraghufran.org

ہے، اس صورت میں تاقتیکہ وہ حدیث نہ پہنچے اور اصل حقیقت بخوبی عیاں نہ ہوجائے (اس کے خلاف کرنے والا اپنے) جہل کے سبب سے معذور ہے اور جب (اصل حقیقت سے) پردہ اٹھ گیا اور وہ بات صاف ہوگئی (اور اس کا) حسن، یا قبح ،خبرِ واحد سے معلوم ہوگیا (تو اب کسی کے) کہنے سننے کی کوئی جگہ نہ رہی، اور (کبھی ایسا ہوتا ہے) کسی فعل کی قباحت ایسے دلائلِ ظنیہ سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ دلائل ایک دوسرے کے معارض ہوتے ہیں، ایسے موقعوں میں جو حکم اختلافِ سلف کا ہے، وہی حکم جاری ہوگا، یعنی دونوں مختلف اجتہاد کرنے والے حق پر ہوں گے، یا ایک حق پر اور دوسرا خطاء پر، مگر وہ (بھی) معذور ہے (اور گناہ گار نہیں)

جب تم کو یہ مقدمات معلوم ہوگئے، تو اب تم کو لازم ہے کہ مبحث تغیرِ حالات (یعنی وضع) اور رسوم میں اور اختلافِ امت میں جو کہ اس زمانہ میں پیدا ہوگیا ہے، سب کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکنا، اور (جملہ اقسامِ اختلاف کا) ایک حکم نہ سمجھنا (بلکہ بعضے اختلاف میں ایک جانب حق اور دوسرے جانب خطاء ہوتی ہے، اور بعض میں دونوں جانب حق دائر رہتا ہے) ع

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مترجم: مولانا محمد عبدالشکور فاروقی، جلد ا، صفحہ ۵۷۶، ۵۷۷، فصل پنجم: بیانِ فتن، درذیل: چند تنبیہات، چوتھی تنبیہ، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مذکورہ بالا موقف کو حق قرار دیا ہے، اور اپنا عقیدہ اور عمل بھی اسی کے مطابق ہونا، اور اسی خاندان سے مستفید و مطمئن ہونا بیان کیا ہے۔

چنانچہ حضرت گنگوہی کا اس سلسلے میں ایک سوال و جواب درجِ ذیل ہے:

سوال:......مقالة الوصية فى النصيحة والوصية مؤلفة مولانا شاه ولى الله صاحب محدث دهلوى عليه الرحمة . اول وصیت ایں فقیر چنگ زدن

www.idaraghufran.org

است بکتاب وسنت دراعتقاد وعمل و پیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن و ہر روز حصہ از ہر دو خواندن و اگر طاقت خواندن ندارد ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن و در عقائد مذہب قدمائے اہل سنت اختیار کردن واز تفصیل و تفتیش آنچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن و بہ تشکیکات خامِ معقولیان التفات نہ کردن ۔ و در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میاں فقہ وحدیث کردن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در خیر قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن امت راہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہاء کہ تقلید عالمے رادست آویز ساختہ تتبع سنت راترک کردہ اند نشنیدن و بدیشاں التفات نکردن قربتِ خدا جستن بدوری اینان فقط اور وصیت قول الجمیل مؤلفہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ۔

ومنها ان لا يتكلم فى ترجيح مذهب الفقهاء بعضها على بعض بل يضعها كلها على القبول بجملة ويتبع منها ما وافق صريح السنة ومعروفها فان كان القولان كلاهما مخرجين اتبع ما عليه الاكثرون فان كانا سواء فهو بالخيار ويجعل المذاهب كلها كمذهب واحد من غير تعصب . کیا یہ دونوں کلام صحیح ہیں؟

جواب:...... ہر دو وصیت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حق ہیں، جملہ اہلِ حق یہی فرماتے ہیں، بندہ کا بھی یہی عقیدہ اور عمل ہے ۔ اسی خاندان سے مستفید و مطمئن ہوا، اس کے خلاف کا خیال مت کرو ۔ فقط (تألیفاتِ رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ مکمل مبوب، ص ۲۰۸ و ۲۰۹، باب: تقلید واجتہاد کے مسائل، بعنوان: وصیت شاہ ولی اللہ صاحب، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، سنِ اشاعت باردوم: ۱۴۱۲ہجری، ۱۹۹۲عیسوی)

حضرت گنگوہی نے جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی وصایا کو حق فرمادیا، اور جملہ اہلِ حق کا یہی قول ہونا بھی واضح فرمادیا، اور اپنا عقیدہ اور عمل بھی اس کے مطابق ہونا بیان فرمادیا، اوراسی خاندان سے مستفید ومطمئن ہونے کو منقح فرمادیا، تو اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

محدث دہلوی کے مذکورہ طرزِ عمل کو اپنانے والے پر تفرد کا الزام لگانا، اوران کی فکر سے راہِ فرار اختیار کرنا، بلکہ بعض علماء کا اس قسم کے افکار کو حضرت شاہ صاحب کی ذاتی رائے قرار دینا، اور دیو بندی مکتبِ فکر کے خلاف سمجھنا، سب ہی ناواقفیت، یا عصبیت پر مبنی ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے اپنے زیرِ ادارت ''الفرقان'' کے شاہ ولی اللہ کے خصوصی نمبر میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے فقہی ذوق سے اختلاف کرنے والوں کا تعاقب کیا ہے، اس میں مولانا نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

> میرا خیال ہے کہ اگر آج کوئی فاضل دیانت داری سے اس روش پر چلے اور شاہ صاحب ہی کی طرح اس کو ''حنفیت'' کے مناقض نہ سمجھتا ہو، بلکہ اس کو بھی حنفیت ہی کا ایک طریقہ سمجھتا ہو، اور اسی بناء پر اپنا رشتہ حنفیت سے بھی رکھنا چاہتا ہو، تو ہمارے زمانہ کے ٹکسالی قسم کے حنفی حضرات کبھی بھی اس کو حنفی تسلیم نہیں کریں گے۔
>
> اور یہ صرف مفروضہ ہی نہیں ہے، بلکہ میرے علم میں بعض وہ اہلِ علم ہیں، جن کا طریقہ یہی ہے، وہ شاہ صاحب کی ہدایت اور وصیت کے مطابق ''عرض مجتہدات بر کتاب وسنت'' کے قائل ہیں، اوراس سلسلہ میں وہ کہیں کہیں فقہ حنفی کی بعض تفریعات کو اپنے نزدیک کتاب وسنت کے مطابق نہ پا کر چھوڑ بھی دیتے ہیں، لیکن کتاب وسنت کے بعد ان کا دینی مرجع فقہ حنفی ہی ہے، اوراسی لیے وہ خود اپنے کو فقہاً حنفی ہی سمجھتے ہیں، لیکن ہماری ''حنفی بارگاہیں'' ان کو حنفی تسلیم نہیں کرتیں، اور پھر بات اتنے ہی پر ختم نہیں ہوجاتی، بلکہ میں نے تو یہ بھی دیکھا ہے کہ اگر کوئی صاحبِ علم، فقہ حنفی ہی کے اندر اتباعِ حدیث کے صادق جذبہ کے ماتحت ائمۂ ثلاثہ اور مشائخِ حنفیہ کے انہی اقوال کو اختیار کرے، جو اس کے نزدیک ''اوفق بالحدیث'' ہوں، اوراس سلسلہ میں اسے بعض اُن اقوال کو چھوڑنا پڑے، جن کی نسبت فقہ کی کتابوں میں ''ظاهرُ الرواية'' کی طرف کی گئی ہے، یا جن کو ''مفتیٰ بہ'' بتلایا گیا ہے، تو ''کھرے اور پکے حنفیوں'' کے نزدیک اتنے ہی سے اس کی حنفیت مخدوش ہوجاتی ہے، اس لیے اگر میں یہ کہتا ہوں کہ شاہ

صاحب آج کل کی عام اصطلاح کے لحاظ سے ''حنفی'' نہیں تھے، تو غلط نہیں کہتا، اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے وہ حنفی ہی تھے (ماہنامہ ''الفرقان'' بریلی، شاہ ولی اللہ نمبر، مرتبہ: مولانا محمد منظور نعمانی، جلد ۷، شمارہ نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، بابت رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ، صفحہ ۳۹۸ تا ۴۰۳، مضمون ''حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے کام کا مختصر تعارف'' از مدیر منظور نعمانی)

مذکورہ بالا تبصرہ کو ملاحظہ کر کے ہر ایک اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لے سکتا ہے، ہم نے بھی مولانا نعمانی کی طرح اپنے زمانے میں ''ٹکسالی قسم کے حضرات'' کا مشاہدہ کیا ہے، جو ہمیں بھی حضرت شاہ صاحب کے طرزِ عمل کے اختیار کرنے پر حنفی تسلیم کرنے میں ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، لیکن چونکہ الحمدللہ تعالیٰ اصل مقصود رضائے خالق ہے، اس لیے ان حضرات کے اتہامات سے ان شاء اللہ تعالیٰ راہِ حق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

مفتی محمد رضوان

کیا آپ جانتے ہیں؟

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہلُ السنۃ کا موقف

(قسط3)

علامہ ابنِ تیمیہ کا چوتھا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

فصل :إذا تبين هذا فقول السائل :كيف ينزل؟ بمنزلة قوله :كيف استوى؟ وقوله :كيف يسمع؟ وكيف يبصر؟ وكيف :يعلم ويقدر؟ وكيف يخلق ويرزق؟ وقد تقدم الجواب عن مثل هذا السؤال من أئمة الإسلام مثل :مالك بن أنس وشيخه ربيعة بن أبى عبد الرحمن؛ فإنه قد روى من غير وجه أن سائلا سأل مالكا عن قوله :(الرحمن على العرش استوى) كيف استوى؟ فأطرق مالك حتى علاه الرحضاء ثم قال :الاستواء معلوم والكيف مجهول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة وما أراك إلا رجل سوء ثم أمر به فأخرج .

ومثل هذا الجواب ثابت عن ربيعة شيخ مالك .

وقد روى هذا الجواب عن أم سلمة رضى الله عنها موقوفا ومرفوعا ولكن ليس إسناده مما يعتمد عليه .

وهكذا سائر الأئمة قولهم يوافق قول مالك :فى أنا لا نعلم كيفية استوائه كما لا نعلم كيفية ذاته ولكن نعلم المعنى الذى دل عليه الخطاب فنعلم معنى الاستواء ولا نعلم كيفيته وكذلك نعلم معنى

www.idaraghufran.org

النزول ولا نعلم كيفيته ونعلم معنى السمع والبصر والعلم والقدرة ولا نعلم كيفية ذلك ونعلم معنى الرحمة والغضب والرضا والفرح والضحك ولا نعلم كيفية ذلك(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية ،ج۵،ص ۳۶۵،كتاب الأسماء والصفات)

ترجمہ: فصل: جب یہ بات ظاہر ہوگئی، تو سائل کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ کا نزول کیسا ہے؟ یہ اسی طرح کا قول ہے، جیسا کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا استواء کیسا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا سماع کیسا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی رؤیت کیسی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت کیسی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالق ورازق کیسی ہے؟ اور اس طرح کے سوال کے متعلق جواب ائمۂ اسلام، مثلاً مالک بن انس اور ان کے شیخ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے حوالے سے گزر چکا ہے، اور یہ واقعہ مختلف طریقوں (اور مختلف سندوں) سے مروی ہے کہ ایک سائل نے امام مالک سے اللہ تعالیٰ کے قول ''**الرحمٰن علی العرش استویٰ**'' کے متعلق سوال کیا کہ ''استــــواء'' کیسا ہے؟ تو امام مالک نے سر جھکا لیا، یہاں تک کہ آپ کے رخسار پر پسینہ بہہ پڑا، پھر انہوں نے جواب میں فرمایا کہ استواء معلوم ہے، اور کیفیت نامعلوم ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور میں تجھے صرف برا شخص خیال کرتا ہوں، پھر انہوں نے اس شخص کو وہاں سے نکالنے کا حکم فرمایا۔

اور اسی جیسا جواب، امام مالک کے شیخ ربیعہ سے بھی ثابت ہے۔

اور یہی جواب امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً اور مرفوعاً بھی مروی ہے، لیکن اس کی سند قابلِ اعتماد نہیں۔

اور اسی طریقے سے تمام ائمہ کا قول امام مالک کے قول کے موافق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت کو نہیں جانتے، جیسا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی کیفیت کو نہیں جانتے، البتہ ہم اس معنیٰ کو جانتے ہیں، جس پر خطاب دلالت کرتا ہے، پس ہم استواء

کے معنیٰ کو جانتے ہیں، لیکن ہم اس کی (اللہ سے متعلق) کیفیت کو نہیں جانتے، اور اسی طریقے سے ہم نزول کے معنیٰ کو جانتے ہیں، لیکن اس کی (اللہ سے متعلق) کیفیت کو نہیں جانتے، اور ہم سمع اور بصر اور علم اور قدرت کے معنیٰ کو جانتے ہیں، لیکن ان کی (اللہ سے متعلق) کیفیت کو نہیں جانتے، اور ہم رحمت اور غضب اور رضا اور فرح اور ضحک کے معنیٰ کو جانتے ہیں، لیکن ان کی (اللہ سے متعلق) کیفیت کو نہیں جانتے (مجموع الفتاویٰ)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا قرآن وسنت میں ذکر آ گیا، اس کو ماننا چاہیے، اور جس چیز کا ذکر نہیں آیا، مثلاً کیفیت کا ذکر نہیں آیا، اس میں کھود کرید نہیں کرنی چاہیے، تاکہ مخلوق کے ساتھ تمثیل اور تشبیہ سے حفاظت ہو جائے، اور ''لیس کمثلہٖ شیئ'' کا عقیدہ متاثر نہ ہو۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا پانچواں حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وأما الآية :فقد استفاض أنه سئل عنها مالك بن أنس وقال له السائل: (الرحمن على العرش استوى) كيف استوى؟ فأطرق مالك برأسه حتى علاه الرحضاء؛ ثم قال :الاستواء معلوم؛ والكيف مجهول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة؛ وما أراك إلا مبتدعا .ثم أمر به فأخرج .

وجميع أئمة الدين :كابن الماجشون والأوزاعي والليث بن سعد وحماد بن زيد والشافعي وأحمد بن حنبل وغيرهم :كلامهم يدل على ما دل عليه كلام مالك؛ من أن العلم بكيفية الصفات ليس بحاصل لنا لأن العلم بكيفية الصفة فرع على العلم بكيفية الموصوف فإذا كان الموصوف لا تعلم كيفيته امتنع أن تعلم كيفية الصفة .ومتى جنب المؤمن طريق التحريف والتعطيل وطريق التمثيل :سلك سواء السبيل؛ فإنه قد علم بالكتاب والسنة والإجماع :ما يعلم بالعقل أيضا

أن اللـه تـعالى (ليس كمثله شيء) لا فـي ذاتـه ولا في صفاته ولا في أفـعـالـه فـلا يـجـوز أن يـوصف بشـيء مـن خصائص المخلوقين؛ لأنه متـصف بـغاية الكمال منزه عن جميع النقائص فإنه سبحانه غني عن ما سـواه وكـل مـا سـواه مـفتـقـر إليـه (مـجـمـوع الـفتـاوى،لا بـن تيـمية ،ج٦،ص٣٩٨، كتاب الأسماء والصفات)

ترجمہ: جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے، تو یہ واقعہ مشہور ہے کہ امام مالک بن انس سے اس کے متعلق سوال کیا گیا، سائل نے ان سے ’’الرحمٰن علی العرش استویٰ‘‘ کے متعلق سوال کیا کہ کیسے استواء کیا؟ تو امام مالک نے اپنے سر کو جھکایا، یہاں تک کہ آپ کے رخسار پر پسینہ بہہ پڑا، پھر انہوں نے فرمایا کہ استواء معلوم ہے، اور کیفیت نا معلوم ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور میں تجھے صرف بدعتی خیال کرتا ہوں، پھر آپ نے اس شخص کو وہاں سے نکالنے کا حکم فرمایا۔

اور تمام ائمۂ دین، جیسا کہ ابنِ ماجشون اور اوزاعی اور لیث بن سعد اور حماد بن زید اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا کلام بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے، جس بات پر امام مالک کا کلام دلالت کرتا ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کی کیفیت کا علم ہمیں حاصل نہیں، کیونکہ صفت کی کیفیت کا علم، موصوف کی کیفیت کے علم کی فرع ہے، پس جب ہمیں موصوف کی کیفیت معلوم نہیں، تو یہ صفت کی کیفیت کے معلوم ہونے کے لیے مانع ہے، اور جب مومن تحریف اور تعطیل اور تمثیل کے راستوں سے اجتناب کرے گا، تو وہ سیدھے راستے پر چل پڑے گا، کیونکہ کتاب وسنت اور اجماعِ امت، نیز عقل سے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں، نہ اس کی ذات میں، نہ اس کی صفات میں، اور نہ اس کے افعال میں، پس یہ بات کیسے جائز ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی خصوصیات کے ساتھ متصف کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ انتہائی کمال کے ساتھ متصف ہے، جو تمام نقائص سے پاک ہے، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے علاوہ سے مستغنی ہے، اور

(اللہ کے علاوہ) ہر ایک، اللہ کا محتاج ہے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ کا چھٹا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وكذلك الأئمة كانوا إذا سئلوا عن شيء من ذلك لم ينفوا معناه بل يثبتون المعنى وينفون الكيفية كقول مالك بن أنس لما سئل عن قوله تعالى :(الرحمن على العرش استوى) كيف استوى فقال :الاستواء معلوم والكيف مجهول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة وكذلك ربيعة قبله .وقد تلقى الناس هذا الكلام بالقبول فليس في أهل السنة من ينكره .وقد بين أن الاستواء معلوم كما أن سائر ما أخبر به معلوم ولكن الكيفية لا تعلم ولا يجوز السؤال عنها لا يقال كيف استوى .ولم يقل مالك الكيف معدوم وإنما قال الكيف مجهول. وهذا فيه نزاع بين أصحابنا وغيرهم من أهل السنة غير أن أكثرهم يقولون لا تخطر كيفيته ببال ولا تجري ماهيته في مقال ومنهم من يقول :ليس له كيفية ولا ماهية(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية ،ج۱۳،ص۳۰۹)

ترجمہ: اور اسی طریقے سے ائمۂ دین سے جب اللہ تعالیٰ کی اس طرح کی کسی صفت کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا، تو وہ اس کے معنیٰ کی نفی نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ معنیٰ کا اثبات کیا کرتے تھے، اور کیفیت کی نفی کیا کرتے تھے، جیسا کہ امام مالک بن انس کا قول ہے کہ جب ان سے اللہ تعالیٰ کے قول ''الرحمٰن علی العرش استویٰ'' کے بارے میں سوال کیا گیا کہ استواء کیسے کیا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ استواء معلوم (یعنی اس لفظ کے معنیٰ ہمیں معلوم ہیں) ہے، اور کیفیت مجہول ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس (کیفیت) کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور امام مالک سے پہلے (ان کے شیخ) ربیعہ کا بھی اسی طرح کا قول ہے، اور لوگوں کی طرف

www.idaraghufran.org

سے اس کلام کو تلقی بالقبول حاصل ہے، پس اہل السنۃ میں کوئی بھی ایسا نہیں، جو اس کا انکار کرتا ہو، اور امام مالک نے یہ بات واضح فرمادی کہ استواء معلوم ہے، جیسا کہ ہر وہ چیز جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، وہ معلوم ہے، لیکن استواء کی کیفیت معلوم نہیں، اور اس کے متعلق سوال کرنا جائز نہیں، یعنی یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کیسے مستوی ہوا؟ اور امام مالک نے یہ نہیں فرمایا کہ ''کیفیت معدوم ہے'' بلکہ یہ فرمایا کہ ''کیفیت مجهول ہے'' اور اس سلسلے میں ہمارے اصحاب اور دیگر اہل السنۃ کے مابین اختلاف ہے، لیکن اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ اس کی کیفیت کو دل ودماغ میں گنجائش نہیں دی جائے گی، اور اس کی ماہیت کے بارے میں کوئی قول نہیں کیا جائے گا، البتہ بعض حضرات نے صاف یہ فرمادیا کہ اس کی نہ کوئی کیفیت ہے، اور نہ کوئی ماہیت ہے (یعنی انہوں نے کیفیت اور ماہیت کے باب کو ہی بند کردیا، تاکہ سلسلہ آگے نہ بڑھے)(مجموع الفتاویٰ)

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ — حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط72 — مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (حصہ دوم)

بنی اسرائیل کی بزدلی اور خوف

جب یہ بارہ نگران وہاں پہنچے، تو قوم ''عمالقہ'' کی وجاہت اور ان کی طاقت وغیرہ دیکھ کر سخت مرعوب ہوئے، ان میں سے دس آدمیوں نے حضرت موسیٰ کی نصیحت پر عمل نہ کیا، اور واپس آ کر ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں، اور اپنی قوم کو ''عمالقہ'' کی قوت کے ایسے افسانے سنائے کہ بنی اسرائیل ہمت ہار بیٹھے، اور انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا کہ ''عمالقہ'' تو بڑے طاقتور لوگ ہیں، اور بڑے زبردست ڈیل ڈول کے مالک ہیں۔ [1]

اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ! اس سرزمین میں بڑے سخت لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہرگز قدم نہیں

[1] بعض تفاسیر میں ان کے ڈیل ڈول، اور لمبائی کا عجیب وغریب نقشہ پیش کیا گیا ہے، لیکن وہ سب ایسی اسرائیلی روایات ہیں جنھیں ایک معمولی عقل کا انسان بھی تسلیم نہیں کر سکتا، خصوصاً ''عوج بن عنق'' کا افسانہ، جس کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ سب من گھڑت افسانے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ تھا، اس کے بعد سے برابر لوگ گھٹ رہے ہیں، پھر عوج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس (۳۳۳۳) ہاتھ کیسے ہو سکتا ہے!؟

وقد ذكر كثير من المفسرين هاهنا أخبارا من وضع بني إسرائيل في عظمة خلق هؤلاء الجبارين، وأن منهم عوج بن عنق، ابن بنت آدم عليه السلام، وأنه كان طوله ثلاثة آلاف ذراع وثلاثمائة وثلاثة وثلاثون ذراعا وثلث ذراع، تحرير الحساب، وهذا شيء يستحي من ذكره، ثم هو مخالف لما ثبت في الصحيحين، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن الله خلق آدم وطوله ستون ذراعا، ثم لم يزل الخلق ينقص حتى الآن ثم ذكروا أن هذا الرجل كان كافرا، وأنه كان ولد زنية، وأنه امتنع من ركوب سفينة نوح، وأن الطوفان لم يصل إلى ركبته، وهذا كذب وافتراء، فإن الله تعالى ذكر أن نوحا دعا على أهل الأرض من الكافرين، فقال رب لا تذر على الأرض من الكافرين ديارا [نوح: 26] وقال تعالى: فأنجيناه ومن معه في الفلك المشحون ثم أغرقنا بعد الباقين [الشعراء: 119] وقال تعالى: لا عاصم اليوم من أمر الله إلا من رحم [هود: 43]وإذا كان ابن نوح الكافر، غرق فكيف يبقى عوج بن عنق وهو كافر وولد زنية؟ هذا لا يسوغ في عقل ولا شرع. ثم في وجود رجل يقال له عوج بن عنق نظر، والله أعلم(تفسير ابنِ كثير، ج۳ص۶۸، ۶۹، سورة المائدة)

www.idaraghufran.org

رکھیں گے، جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں،ہاں اگر وہ نکل جائیں،تو اس صورت میں ہم وہاں داخل ہونے کے لیے تیار ہیں، کیونکہ ان طاقتور لوگوں کی موجودگی میں ہمارا وہاں داخل ہونا،اور پھر مقابلہ کرکے فتح یاب ہونا ناممکنات سے ہے،اور اگر اللہ نے یہ علاقہ ہمارے مقدر میں لکھا ہوا ہے،تو وہ کوئی ایسا انتظام کردے کہ وہ وہاں سے نکل جائیں،تو تب ہی ہم اس میں داخل ہوسکتے ہیں۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ٢٢)

یعنی’’وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! یہ واقعی بات ہے کہ اس سرزمین میں بڑے زبردست لوگ ہیں،اور بے شک ہم اس بستی میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک لوگ نہ نکل جائیں،سواگر وہ اس سے نکل جائیں،تو ہم داخل ہوجائیں گے‘‘۔

بنی اسرائیل عرصہ دراز تک فرعون اور اس کی قوم کے زیرِ اثر رہے،اس لیے ان کے اندر کم ہمتی اور بزدلی کوٹ کوٹ کربھری ہوئی تھی،باوجودیکہ وہ اللہ کے نبی پر ایمان لاچکے تھے،اور مسلسل ان پر اللہ کی نعمتیں برس رہی تھیں،اللہ کی وحی اتر رہی تھی،اور آنے والے مستقبل کے لیے انھیں ایک قائد امت کے طور پر تیار کیا جارہا تھا،لیکن ان کی بزدلی کا یہ عالم تھا کہ وہ کسی بھی معرکہ کارزار میں اترنے کے لیے تیار نہیں تھے،اور وہ یہ چاہتے تھے کہ جس طرح اب تک ہر کام حضرت موسیٰ کے معجزات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انجام پذیر ہوا ہے،یہ مرحلہ بھی اسی طرح سر ہوجانا چاہیے،سمندر میں اگر عصائے موسیٰ کی وجہ سے راستہ بن سکتا ہے،تو فلسطین وشام بھی ایسے ہی معجزے سے فتح کیا جاسکتا ہے،ہمیں آخر اس مصیبت میں کیوں ڈالا جارہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جن بارہ حضرات کو’’عمالقہ‘‘کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا، ان میں سے دس افراد نے تو موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کی پروانہیں کی،اور وہاں سے واپس آکر

---

[1] بأن في هذه البلدة التي أمرتنا بدخولها وقتال أهلها قوما جبارين أي ذوي خلق هائلة وقوى شديدة، وإنا لا نقدر على مقاومتهم ولا مصاولتهم، ولا يمكننا الدخول إليها ما داموا فيها، فإن يخرجوا منها دخلناها، وإلا فلا طاقة لنا بهم(تفسير ابنِ كثير، ج٣ص٧٦، سورة المائدة)

www.idaraghufran.org

سارے حالات بنی اسرائیل کے سامنے رکھ دیئے، جس سے بنی اسرائیل میں بزدلی، کم ہمتی اور خوف پیدا ہوگیا۔

چنانچہ بنی اسرائیل نے جب موسیٰ علیہ السلام کا حکم نہ مانا، اور ان سے سخت کلامی اور بے ادبی کرنے لگے، تو دو شخص جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام تھا ان کو سمجھانے لگے، کیونکہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف تھا، اور وہ ڈرتے تھے کہ کہیں بنی اسرائیل کی اس سرکشی سے اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آجائے، انہوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے، تو اللہ تعالیٰ اپنی مدد وتائید کے ذریعہ تمہیں ان پر غالب کردے گا، اور تم اس شہر میں غلبے کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے، ہم نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ڈیل ڈول والے ہونے کے باوجود دل کے کمزور ہیں، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس کے وعدے کا یقین رکھتے ہوئے دروازے تک تو چلو، اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور غالب کرے گا۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ. وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ٢٣)

یعنی ”جو لوگ (اللہ کا) خوف رکھتے تھے، ان میں سے دو مرد جن کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا تھا، بول اٹھے کہ تم ان پر چڑھائی کر کے (شہر کے) دروازے میں گھس تو جاؤ، جب گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے، اور اپنا بھروسہ صرف اللہ پر رکھو، اگر تم واقعی صاحب ایمان ہو“۔

یہ دو شخص کون تھے؟ اکثر مفسرین کے بیان کے مطابق ایک ”یوشع بن نون“ اور دوسرے ”کالب بن یوفنا“ تھے ”یوشع بن نون“ ہی کو ”صاحب موسیٰ“ کے نام سے بیان کیا جاتا ہے، اور یہ سردار تھے قبیلہ ”بنی افرائیم“ کے، اور ”کالب“ سردار تھے قبیلہ ”بنی یہودا“ کے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے کردار کو نہایت حد تک سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ان پر انعام تھا کہ ان کے دل تقویٰ الٰہی اور

www.idaraghufran.org

خشیت سے لبریز تھے، اوران جباروں کا ان کے دل پر کوئی خوف وہراس نہ تھا، ظاہر ہے کہ اللہ کا فضل وانعام اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ انہیں حق گوئی وحق پرستی کی توفیق دی اور وہ شوکت کفار سے مرعوب نہ ہوئے۔ [1]

قرآن مجید نے اس جگہ ان دونوں بزرگوں کی دو صفتیں خاص طور پر ذکر فرمائی ہیں، ایک ''اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ ''یعنی یہ لوگ جو ڈرتے ہیں، اس میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کس سے ڈرتے ہیں، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ڈرنے کے لائق سارے عالم میں صرف ایک ہی ذات ہے، یعنی اللہ جل شانہٗ، کیونکہ ساری کائنات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کی مشیت واِذن کے بغیر کوئی نہ کسی کو ادنیٰ نفع پہنچا سکتا ہے، نہ ادنیٰ نقصان، اور جب ڈرنے کے لائق ایک ہی ذات ہے، اور وہ متعین ہے، تو پھر اس کے تعین کی ضرورت نہ رہی۔

دوسری صفت ان بزرگوں کی قرآن کریم نے یہ بتلائی کہ'' اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا ''یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس شخص میں جہاں کوئی خوبی اور بھلائی ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام وعطا ہے، ورنہ ان بارہ سرداروں میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان اور قوائے ظاہرہ وباطنہ اور عقل وہوش اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت ومعیت یہ ساری ہی چیزیں سبھی کو حاصل تھیں، اس کے باوجود اور سب پھسل گئے، اور یہی دو اپنی جگہ جمے رہے، تو معلوم ہوا کہ اصل ہدایت انسان کے قوائے ظاہرہ وباطنہ اس کی سعی وعمل کے تابع نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، البتہ اس انعام کے لئے سعی وعمل شرط ضرور ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ جب پوری قوم کی قوم اس طرح ہمت ہار بیٹھے، جس طرح بنی اسرائیل ہار بیٹھے، تو بہادر سے بہادر آدمی کے اعصاب بھی جواب دے جاتے ہیں، بڑا ہی باوفا اور صداقت شعار ہوتا ہے، وہ مردحق، جو ایسے نازک موقع پر بھی اپنی وفاداری اور صداقت شعاری نباہ لے ''یوشع'' اور

---

[1] وقوله تعالى: قال رجلان من الذين يخافون أنعم الله عليهما أى فلما نكل بنو إسرائيل عن طاعة الله ومتابعة رسول الله موسى صلى الله عليه وسلم، حرضهم رجلان لله عليهما نعمة عظيمة، وهما ممن يخاف أمر الله ويخشى عقابه، وقرأ بعضهم قال رجلان من الذين يخافون أى ممن لهم مهابة وموضع من الناس، ويقال إنهما يوشع بن نون، وكالب بن يوقنا .قاله ابن عباس ومجاهد وعكرمة، وعطية والسدى، والربيع بن أنس، وغير واحد من السلف والخلف رحمهم الله (تفسير ابنِ كثير، ج٣ص ٦٩، سورة المائدة)

www.idaraghufran.org

''کالب'' کے کردار کا یہی پہلو ہے، جس کی وجہ سے قرآن مجید کی اس سورت میں ان کا ذکر کر کے ان کو زندہ وجاوید بنا دیا، تاکہ جو لوگ اللہ کی راہ پر چلنے کا ارادہ کریں، وہ ان کے اس مثالی کردار سے یہ سبق لیں کہ جب سب سو جائیں، تو جاگنے والے کس طرح جاگتے ہیں، اور جب سب مر جائیں، تو زندہ رہنے والے کس طرح زندہ رہتے ہیں، قرآن مجید نے اس جگہ بزدلوں کے اندر کے بہادروں، اور مُردوں کے اندر کے زندوں کو اس لئے نمایاں کیا ہے کہ بہادروں کے اندر بہادر، اور زندوں کے اندر زندہ، تو بہت نظر آجائیں گے، لیکن وہ زندگی بخش ہستیاں بہت ہی کم یاب ہیں، جو مُردوں کو زندگی بخشتی ہیں، اگرچہ اس راہ میں ان کو اپنی عزیز جانوں کی قربانی پیش کرنی پڑے، ہاں! یہ اصول اپنی جگہ قائم ہے کہ ایسے انسانوں کی موت بالکل نہیں ہوتی، بلکہ وہ ہمیشہ زندہ ہی رہتے ہیں، جیسے قرآن مجید کے بتائے ہوئے، یہ دو مرد جن کو تورات میں ''یوشع بن نون'' اور ''کالب بن یوفنا'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ (جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

انڈا

گزشتہ قسط میں انڈے کے حوالے سے چند ابتدائی باتوں کا ذکر تھا، ذیل میں انڈے سے متعلق مزید طبی معلومات ذکر کی جاتی ہیں:

انڈے کا مزاج

کچے انڈے کا مزاج گرم تر ہے، مگر کیونکہ انڈا مختلف طریقوں سے کھایا جاتا ہے، اس وجہ سے انڈے کا مزاج بھی تبدیل ہوجاتا ہے، چنانچہ انڈے کو کچا پینا گرم تر مزاج کا حامل ہے، انڈے کو ہاف فرائی کر کے کھانے سے گرم تین حصے، اور تری ایک حصہ کا مزاج بنتا ہے، انڈے کو گرم دودھ میں ڈال کر پینے سے تری کے تین حصے اور گرمی کا ایک حصہ مزاج بنتا ہے، انڈے کو آملیٹ کی شکل میں کھانا، یا بڑے گوشت کے کوفتوں کے ساتھ کھانا خشک گرم مزاج کا حامل ہے، جبکہ انڈے کو بیسن کے پکوڑوں کے ساتھ پکا کر کھانا گرم خشک مزاج کا حامل ہے، انڈا میٹھا بنا کر کھانا گرم تر اثرات رکھتا ہے، غرضیکہ انڈے کا ہر طریقہ سے کھانا قوت بخش ہے، اور اس کے ہضم ہونے کا وقت مختلف شکلوں میں ڈیڑھ سے پانچ گھنٹے تک ہے۔

انڈے کی سفیدی

غذائی طور پر انڈے کے جو اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں، وہ دو ہیں، ایک انڈے کی سفیدی، دوسرے انڈے کی زردی۔

اطباء نے بیان کیا ہے کہ انڈے کی سفیدی میں اس قدر کیلشیم پائی جاتی ہے، کہ بچوں کے لئے اس سے بڑھ کر کیلشیم شاید ہی کسی دوسری غذا میں پایا جاتا ہو، خاص طور پر بچوں کا قد بڑھانے کے لئے انڈے کی سفیدی اور گرم دودھ اعلیٰ غذا ہے، قدرت نے انڈے کی سفیدی اور دودھ میں ہڈی کی

www.idaraghufran.org

تعمیر و پرورش کا بھی بہت سامان رکھا ہے، البتہ یہ دیر ہضم ہے، اس لئے انڈے کی سفیدی اور دودھ کا استعمال صبح کے وقت ناشتہ میں زیادہ بہتر ہے، تاکہ دن کے کام کاج اور محنت سے یہ اچھی طرح ہضم ہو جائے، نیز بچوں کو انڈے کی سفیدی اور دودھ استعمال کراتے ہوئے اُن کی صحت، معدہ اور مزاج کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

بچوں کو اگر حرارت اور گرمی کی وجہ سے دست اور پیچس کی شکایت ہو، تو انڈے کی سفیدی پھینٹ کر دینے سے فوراً فائدہ ہو جاتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ انڈے کی سفیدی ایک پیالی میں ڈال کر چمچ سے پھینٹیں، اس کے اوپر جھاگ آنا شروع ہو جائے گا، اس جھاگ کو اُتار کر پھینک دیں، جب تک جھاگ آتا رہے گا، یہ جھاگ پھینکتے رہیں، آخر میں صرف پانی سارہ جائے گا، اور جھاگ نہیں آئے گا، چائے والا چمچ بچے کو ہر دس منٹ بعد دیں، جیسے ہی پیچس کا وقفہ بڑھ جائے، آپ بھی اس پانی کا وقفہ بڑھاتے جائیں، دو تین خوراکوں سے ہی ان شاء اللہ پیچس ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

انڈے کی زردی

انڈے میں سب سے زیادہ قوت بخش حصہ اس کی زردی ہے، انڈے کی زردی سے ہی اس کا تیل نکالا جاتا ہے، انڈے کی زردی میں پروٹینز کی کثیر مقدار پائی جاتی ہے، جو صحت کی تعمیر اور حفاظت اور قوتِ مدافعت پیدا کرتی ہے، انڈے کی زردی کا غالب مزاج کیونکہ گرم ہے، اس لئے انڈے کی زردی کے استعمال کا بہترین موسم سردیوں کا ہے۔

انڈے کو اُبال کر، اس کی کی زردی کو اَدھ پکی حالت میں کھائیں، یا آملیٹ کی شکل میں کھائیں، یہ بہر صورت قوت بخش، خون پیدا کرنے والا، لو بلڈ پریشر کے لئے فائدہ مند اور لاغر اور کمزور جسم والے افراد کے جسم کو فربہ کرنے والی اور خصوصا قوت باہ پیدا کرنے والی غذا ہے، البتہ ماہرین کے مطابق انڈے کی زردی میں کیونکہ کولسٹرول کی مقدار بھی کافی زیادہ پائی جاتی ہے، اس لئے اطباء دل کے مریض اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو انڈے کی زردی کے استعمال سے منع کرتے ہیں

(ملاحظہ ہو: علم العقاقیر، صفحہ 153 تا 157، مصنفہ: حکیم و ڈاکٹر پروفیسر محمد اشرف شاکر، مطبوعہ: شاکر پبلشرز، لاہور)

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 20/ 27/ ربیع الآخراور 5/ و12 جمادی الاولیٰ 1443ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 22/ 29 ربیع الآخراور 7/ و14 جمادی الاولیٰ 1443ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 24/ ربیع الآخر، بروز منگل، بوقت دوپہر جناب ادریس صاحب کے برخوردار احتشام الحسن صاحب اور بھتیجے محمد اویس صاحب کی دعوتِ ولیمہ میں چند اراکینِ ادارہ کا مفتی صاحب، مدیر کے ہمراہ چکوال جانا ہوا۔

□...... 10 جمادی الاولیٰ 1443ھ، بروز بدھ، مفتی صاحب مدیر کے قدیم رفیق جناب زاہد صاحب کے یہاں چند اراکینِ ادارہ عشائیہ پر مدعو تھے۔

□...... 28/ 29 ربیع الآخر، بروز ہفتہ واتوار، ضروریاتِ دین کورس کے حوالہ سے جاری کورس کے نئے مرحلہ کا آغاز ہوا، جس کا دورانیہ چھ ماہ ہے، اور ہفتہ میں دودن بروز ہفتہ اوراتوار صبح نو تا بارہ بجے کے دوران تین گھنٹے تعلیم کے اوقات ہیں، اس کورس میں تفسیر، حدیث اور فقہ وعربی کے حوالہ سے طلبہ کے لئے تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے، اس کورس میں شمولیت کی خواہش رکھنے والے حضرات دفتر ادارہ سے رابطہ کرسکتے ہیں۔

□...... تعمیرِ پاکستان سکول میں بحمداللہ معمول کے مطابق تعلیمی سلسلہ جاری ہے، اور طلبہ/ طالبات امتحانات کی تیاری میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ تمام طلبہ/ طالبات کو علمِ نافع عطا فرما کر دنیوی واُخروی کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

✍ 21/نومبر/2021ء/15/ربیع الثانی/1443ھ: پاکستان: پاکستان اور سری لنکا جنوبی ایشیا کے محفوظ ترین ملک قرار، امن وامان انڈیکس پر پاکستانی ریٹنگ انڈیا سے 16 درجے بہتر، گیلپ گلوبل رپورٹ ✍ 22/نومبر: پاکستان: ڈاکٹر دوا کا نام نہیں، صرف فارمولا تحریر کرے گا، ڈریپ کا فیصلہ، میڈیکل اسٹور بغیر نسخہ دوا فروخت نہیں کرسکیں گے، ڈرگ ریگولیٹری اتھارٹی ✍ 23/نومبر: پاکستان: گیس بحران میں شدت، سردی میں اضافے کے ساتھ ہی گیس لوڈشیڈنگ شروع، نئے کنکشن پر پابندی ✍ 24/نومبر: پاکستان: آئی ایم ایف شرائط، حکومت کا اگلے ماہ تک منی بجٹ لانے کا فیصلہ ✍ 25/نومبر: پاکستان: معاشی ترقی کی شرح 4 تا 5 فیصد، افراطِ زر 9 فیصد رہنے کا امکان، سٹیٹ بینک ✍ 26/نومبر: پاکستان: حکومت اور پٹرولیم ڈیلرز میں مذاکرات کامیاب، ڈیلر مارجن میں 99 پیسے لٹر اضافہ ✍ 27/نومبر: پاکستان: اوپن مارکیٹ میں ڈالر 179 کا ہوگیا، سونا 1200 روپے تولہ مہنگا ✍ 28/نومبر: پاکستان: کورونا وائرس کے نئے ویریئنٹ ''اومیکرون'' پھیلنے کے باعث پاکستان کی جنوبی افریقہ سمیت 7 ممالک پر سفری پابندیاں ✍ 30/نومبر: پاکستان: سعودیہ اور پاکستان کے درمیان 3 ارب ڈالر ڈپازٹ کا معاہدہ ✍ یکم/دسمبر: پاکستان: ایل پی جی قیمت میں 14 روپے 31 پیسے کمی کا اعلان، ایک کلوگرام کی نئی قیمت 202 روپے 57 پیسے مقرر، اطلاق آج سے ہوگیا ✍ 2/دسمبر: پاکستان: رواں سال گھی، خوردنی تیل قیمت میں 9 مرتبہ اضافہ، تین سال کے دوران نرخ 42 سے 62 فیصد تک بڑھے ✍ 3/دسمبر: پاکستان: کراچی سمیت 40 بڑے شہروں کی پراپرٹی مہنگی، ایف بی آر نے نئی قیمتیں جاری کردیں ✍ 4/دسمبر: پاکستان: آزاد کشمیر اسمبلی میں قرار داد ختم نبوت متفقہ منظور، دینی رہنماؤں کا اظہارِ مسرت ✍ 5/دسمبر: پاکستان: سیالکوٹ واقعہ، 900 افراد کے خلاف دہشت گردی کا مقدمہ درج، مرکزی ملزمان نے جرم کا اعتراف کرلیا ✍ 6/دسمبر: پاکستان: سعودی عرب سے 3 ارب ڈالر موصول، زرمبادلہ ذخائر میں اضافہ ✍ 7/دسمبر: پاکستان: این اے 133 ضمنی انتخابات، ن لیگ 46811 ووٹ لے کر کامیاب، پیپلز پارٹی کے 32313 ووٹ ✍ 9/دسمبر: بھارت: فوجی ہیلی کوپٹر گر کر تباہ، بھارتی ڈیفنس چیف سمیت 13 ہلاک، پاکستانی عسکری قیادت کا اظہارِ افسوس ✍ 10/دسمبر: پاکستان: چینی تعاون سے جدید ترین آبدوز کی تیاری شروع، بیک وقت مختلف اہداف کو نشانہ بنانے کی صلاحیت، 8 میں سے 4 کی کراچی میں تعمیر ہوگی ✍ 11/دسمبر: پاکستان: پنجاب کابینہ نے نئے بلدیاتی نظام کی منظوری دے

دی ✍ 12/دسمبر : پاکستان: سندھ اسمبلی، شدید ہنگامہ آرائی، بلدیاتی بل نئی ترامیم کے ساتھ منظور ✍ 14/دسمبر : پاکستان: ڈالر کی نئی اڑان، 180.50 پر جا پہنچا، سٹاک مارکیٹ میں شدید مندی، سونا مہنگا ✍ 15/دسمبر : پاکستان: شرح سود میں مزید 1فیصد اضافہ، 9.75فیصد مقرر، مہنگائی اور خسارہ بڑھنے کا خدشہ، سٹیٹ بینک ✍ 16/دسمبر : پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں 5 سے 7روپے لٹر تک کمی، پٹرول 5روپے کمی کے بعد 140.82 روپے، ہائی سپیڈ ڈیزل 7روپے کمی سے 137.62روپے، لائٹ ڈیزل 107.06روپے، اور مٹی کا تیل 109.53روپے لٹر ✍ 17/دسمبر : پاکستان: خانیوال ضمنی الیکشن، ن لیگ فاتح، پی ٹی آئی دوسرے، پیپلز پارٹی تیسرے نمبر پر ✍ 18/دسمبر : پاکستان: سپریم کورٹ نے 16ہزار سرکاری ملازمین بحال کردیے، برطرفی کے خلاف نظرِ ثانی اپیلیں خارج، قانون کالعدم، عوامی مفاد میں بحال کرنے کا فیصلہ ✍ 19/دسمبر : پاکستان: عالمی بینک کی پاکستان کے لیے 10 کروڑ 59لاکھ ڈالر قرض کی منظوری، رقم توانائی کے شعبوں میں ریفارمز اور بہتری کے لیے خرچ ہوگی، ورلڈ بینک ✍ 20/دسمبر : پاکستان: اسلام آباد میں او آئی سی وزراء خارجہ کی غیر معمولی کانفرنس، افغانستان کی مدد کے لیے او آئی سی فنڈ قائم، تحفظ خوراک پروگرام، سعودیہ کی ایک ارب ریال کی مدد۔

www.idaraghufran.org